

صُحُفٌ مُّطَهَّرَةٌ فِيهَا كُتِبَ قِيَمَتُهُ

بِاللّٰهِ الْحَمْدُ ہر آن چیز کہ خاطر می خواست  
آخر آمد ز پس پرودۀ تقدیر پدید  
لغنی

== اردو ترجمہ ==

# مکتوبات امام ربانی

حضرت مجدد الف ثانی ایشخ احمد سرمندی قدس سرہ

دفتر دوم ————— حصہ اول

== تصحیح و حواشی قدس مجہد ==

مولانا محمد سعید احمد صاحب نقشبندی

خطیب امام مسجد حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ لاہور

== ناشر ==

مدینہ پبلشنگ کمپنی، بندر روڈ کراچی

۱۔ جملہ حقوق ترجمہ بحق ناشر محفوظ ہیں۔

طبع اول ————— آگسٹ ایڈیشن ————— ۱۹۷۲ء

طابع و ناشر ————— مدینہ پیشنگ کمپنی بندر روڈ کراچی

مطبع ————— مشہور آفسٹ پریس کراچی

کاتب ————— حافظ محمد عنایت اللہ نقشبندی محمدی غوثیہ کالونی لاہور

تعداد ————— دو ہزار (۲۰۰۰)

قیمت —————

ملنے کا پتہ

مدینہ پیشنگ کمپنی - بندر روڈ کراچی (پاکستان)



# فہرست کتاب مستطاب مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر دوم حصہ اول

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
		۱۹	مقدمہ
	خارج میں موجود ہیں۔ اور ایک دوسرے سے متمیز نہیں	۲۰	مکتوب نمبر ۱
۲۵	شیخ محی الدین اور حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک متعلق ممکنات کا بیان		شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کے بیان میں اور مسئلہ وحدت الوجود میں حضرت شیخ مجدد قدس سرہ کا مسلک مختار
۲۶	حضرت شیخ محی الدین اور حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک عالم کا معنی	۲۱	حق بن و علما کی مدح و ثنا اور مدح حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
۲۷	اس سے متعلق سوال و جواب۔ اور قول شیخ اور قول مجدد اور علما کے لغو ہر کے قول میں فرق	۲۲	وجود ہر شے و کمال کا منہا ہے اور عدم ہر شرارت و نقص کا منشاء
۲۸	اس سے متعلق سوال و جواب	۲۲	علما نے لغو ہر نے ممکن کے لئے وجود ثابت کیا ہے۔ یہ معنی واجب تعالیٰ کے ساتھ ممکن کو شریک کرنے کا موجب ہے
۲۹	مکتوب نمبر ۲	۲۳	اکثر صوفیہ نے ممکن کو واجب کا حین ہانا ہے اور کہا ہے کہ کسی چیز میں ذاتی نقص و مشرارت نہیں ہے
۲۹	اس بیان میں کہ اس بچانہ کی ذات و صفات کا مرتبہ وجود و وجوب کے اعتبار سے اوپر ہے۔	۲۳	اس امر کا بیان کہ شیخ محی الدین اور اس کے نزدیک واجب تعالیٰ کی صفات اس کی ذات کا حین اور آپس میں بھی ایک دوسرے کا حین ہیں۔ اور وحدت و واحدیت میں فرق اور تین اقسام و کثرت غارہی اور تنزلات خمسہ اور حضرات خمسہ کا بیان اور ان علوم کا بیان جنہیں حضرت شیخ فائز صوفیہ کے ساتھ مخصوص ہانا ہے
۳۰	واجب تعالیٰ کی صفات سبعہ یا ثمانیہ خارج میں موجود ہیں۔ اور اس قول کی تحقیق اور اشکال کا بیان اور اس کا حل اور شیخ علاؤ الدولہ کا قول		حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک صفات ثمانیہ
	مکتوب نمبر ۳		
۳۱	اس بیان میں کہ آفاق و انفس کا معاملہ غلوں میں داخل ہے۔ اور ولایت صغریٰ اور کبریٰ کا بیان اور قبلی افعال کی حقیقت کا بیان۔ جسے بعض صوفیہ نے قرار دیا ہے کہ وہ غلوں فعل حق کا غلو ہے نہ میں فعل ہے	۲۵	حضرت مجدد قدس سرہ کے نزدیک صفات ثمانیہ
۳۲	ولایت اولیاء اور ولایت انبیاء کے درمیان		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	اس امر کا بیان کہ ان علوم والا اس ہزار سال کا مجتہد ہے		تفاوت کا بیان اور خواجہ نقشبند قدس سرہ کے قول کی نقل کہ ہم نہایت کو ہدایت میں درج کرتے ہیں۔ اور نقشبند تیرے کمال کا بیان
۳۸	یہ معارف اساطیر ولایت سے خارج ہیں	۳۲	وہ سیر جو آفاق و انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے۔ اقرینیت حق تعالیٰ میں سیر ہے۔ اس لئے کہ اس ذات تعالیٰ کا فضل خود ہم سے بھی ہمارے زیادہ نزدیک ہے
	ارباب ولایت علمائے علما کی طرح ان کے ادراک میں عاجز ہیں۔ اور یہ علوم انوار نبوت سے لئے گئے ہیں۔ جو الٹ ثانی کی تہدید کے بعد الخ		ولایت لسانی اور ولایت اصلی کے درمیان تفاوت کا بیان۔ اور صفت تکوین میں علماء مارتید یہ اور اشعریہ کے اختلاف کا بیان۔ اور اس باب میں تحقیق حق۔
۳۸	مجتہد وہ ہوتا ہے۔ کہ جو فیوض و برکات بھی اس مدت میں اُمت کو پہنچتی ہیں۔ اس کے واسطے سے پہنچتی ہیں۔ اگر قطاب و ادواء ہوں یا اور مبلد و ثقباء ہوں	۳۲	حق تعالیٰ کے فعل کے قدم و مدوت کی تحقیق اور اس باب میں اختلاف کا بیان
	مکتوب نمبر ۵	۳۵	اس امر کا بیان کہ وجوب وجود نسبت و اضافت ہے۔ پس یہ فعل میں پائی جاسکتی ہے اور اس سے متعلق سوال و جواب۔ اور اس باب میں معرفت شریف کا بیان۔ جو دین کی اساس اور ذات و صفات کے علم کا خلاصہ ہے۔ جسے کسی نے بیان نہیں کیا
۳۹	اس بیان میں کہ حق تعالیٰ کی صفات کے دو اعتبار ہیں۔ (۱) حصول فی انفسہا اور قیام بذات۔ اور دونوں اعتبار خارج میں متمیز ہیں		مکتوب نمبر ۴
	مکتوب نمبر ۶	۳۶	اس بیان میں کہ علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین جسے بعض صوفیہ نے قرار دیا ہے۔ فی الحقیقت علم الیقین کے تین حصوں میں سے دو حصے ہیں۔ اس کا ایک حصہ ابھی باقی ہے۔ اور
۴۰	بعض شکل اسرار کے بیان میں۔ اور ہمارے پیغمبر کو بقول ابراہیم علیہما السلام انفسات و انشیاات کی اشاعہ کرنے کی وجہ کا بیان		
۴۰	بعض گمان کرتا ہوں کہ سیری پیدائش سے مقصود یہ ہے۔ کہ ولایت محمدی، ولایت ابراہیمی سے رنگین ہو جائے۔ اور اس ولایت کا شرف ملاحضت اس ولایت کے جمالی صباحت سے مل جائے		



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۱	اس بلند ذات کا قرب و معیت اس بلند ذات کی طرح ہے چوں وہے جگہوں ہے۔ پس قرب و معیت کا جو معنی ہمارے عقل و فہم میں آتا ہے وہ ذات اس سے منزہ ہے۔ جس سے فریب ہمسہ میں قدم رکھنے کی نوبت آئے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں۔ کہ وہ بلند ذات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم قرب و معیت کا معنی نہیں جانتے کہ کیا ہے۔	۴۱	میری پیدائش سے جو مقصود تھا حاصل ہو گیا اور ہزار سالہ مسئلہ اہانت کے مقام کو پہنچ گیا
۴۲	مکتوب نمبر ۹ کلمہ لا الہ الا اللہ کے فضائل کے بیان میں اور مقام تنزیہ کی تحقیق اور اس کا بیان کر ایمان بالغیب اس وقت متحقق ہوتا ہے۔ جب معاملہ اقریت تک پہنچ جاتا ہے۔ پس جو کچھ ہم پر مکتوف ہوتا ہے۔ سب غیر حق ہے۔ ہماری تراشی جوئی چیز خواہ! تھ سے ہم نے تراشی ہو یا عقل و وہم سے۔ سب حق تعالیٰ کی مخلوق ہے اور عبادت کے لائق نہیں۔	۴۱	الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ لِي مَصْلَةً بَيْنَ الْفِتَنِ وَمُضِلِّهَا بَيْنَ الْفِتَنِ اسے فرزند! اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش کے ساتھ مربوط کیا گیا ہے۔ ایک دوسرا کارخانہ عظیم بھی میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے اس عالم رنگ و بو میں پیری مریدی کے لئے نہیں لایا گیا
۴۳	مکتوب نمبر ۱۰ اس بیان میں کہ جو ظہور بھی ہوتا ہے۔ شائبہ ظلمت کے بغیر نہیں ہوتا۔ بخلاف اس ظہور کے جو فوق عرش ہوتا ہے۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا ہے۔ تو عرش کے انوار سے روشنی اخذ کرتا ہے۔	۴۲	مکتوب نمبر ۱۱ مراتب پنجگانہ محبوبیت، محبت، محبت، محبت اور رضا کے بیان میں اور ان سے اوپر مرتبہ اور ان میں سے ہر ایک مرتبہ کی الگ الگ پیغمبروں کے ساتھ خصوصیت
۴۴	مکتوب نمبر ۱۱ اس بیان میں کہ جو ظہور بھی ہوتا ہے۔ شائبہ ظلمت کے بغیر نہیں ہوتا۔ بخلاف اس ظہور کے جو فوق عرش ہوتا ہے۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا ہے۔ تو عرش کے انوار سے روشنی اخذ کرتا ہے۔	۴۳	مقام رضا سے اوپر خاتم الرسل کے سوا کسی کا قدم نہیں جاسکتا
۴۵	مکتوب نمبر ۱۲ میرزا غلام احمد کے بارگاہ کا حرم کردیں۔ اور غیر انبیاء کی انبیاء پر افضلیت کا رافع وہم	۴۴	حدیث: لَمَّا مَعَ اللّٰهُ وَقْتُ الْوَيْلِ مَحْمُودُ اَنَا وَ اَنْتَ الْاَبَازُ جو مقام رضا سے اوپر ہے۔ خادموں میں سے کسی خادم کو طفیل طور پر اس بارگاہ کا حرم کردیں۔ اور غیر انبیاء کی انبیاء پر افضلیت کا رافع وہم
۴۶	مکتوب نمبر ۱۳ میرزا غلام احمد کے بارگاہ کا حرم کردیں۔ اور غیر انبیاء کی انبیاء پر افضلیت کا رافع وہم	۴۵	مکتوب نمبر ۱۴ افضال خواص کے ایمان غیب اور عوام کے ایمان غیب اور ایمان متوسلین کے درمیان فرق

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۵۵	اور اس کی وضاحت		میں ہے۔ قلب عارف کے ایک کونے میں رکھ
	قلب انسان کی عرشِ عظیم کے ساتھ شبہ		دیں تو بھی عارف فراخی اور کشادگی قلب کے
۵۶	کابین۔ اور اس لحد کی قلبی کا عرش کی قلبی سے ہونا		سبب اس کا کچھ احساس نہیں ہوتا۔ اور شیخ
	جاتا پابینے کہ ظہور عرش اگرچہ شائبہ ظلیت		جہنید کا اس قول پر استدلال اور حضرت شیخ
	سے مبرا ہے۔ لیکن اس بلکہ صفات کے ساتھ	۵۰	مجدد قدس سرہ کی اس باب میں تحقیق
۵۶	میلی ہوئی ہیں الخ		مکتوب نمبر ۱۱
	انسان میں دو ایسی چیزیں پائی باقی ہیں۔ جو	۵۱	فوق عرش ظہور کے کچھ خصائص کے بیان
	عرش میں موجود نہیں ہیں۔ اور عالم کبیر کے لئے بھی		ہیں۔ اور اللہ فوراً سموات والارض الخ کے
	اُن سے حصہ نہیں۔ خصائص انسانی کے متعلق مکی		مسی تاویلی کابین۔ اور انسان کے بعض کمالات
۵۷	لے کر اس کا معاملہ الخ		اور ہر جزو ارضی کے فضائل کابین
	انسان کامل کے احدیت مجرہ کا مظہر ہونے		نور وہ چیز ہے۔ جس سے اشیاء روشن
۵۷	کابین		ہوتی ہیں۔ سارے آسمان اور زمین حق تعالیٰ
	مکتوب نمبر ۱۲		کے ساتھ روشن ہیں۔ کیونکہ ذات سبحانہ نے
۵۸	اس بیان میں کہ ملک اگرچہ اس کا مشابہ کرتا	۵۲	انہیں ظلمات عدم سے باہر نکالا ہے۔
	ہے۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینوں میں		ظہور جامع عرش مشاہدات و معانیات
	ہے۔ لیکن اس دولت کو انسان میں کالجڑ بنایا گیا	۵۲	اور مکاشفات کی منتہی ہے الخ
	اور اس کے ساتھ بقا عطا کی گئی ہے۔		اس امر کا بیان کہ ظہور عرش میں صفات
	انسان کو یہ دولت ہر جزو ارضی کے واسطے سے		ذات کا محاب نہیں ہیں۔ اور اس کی ایک مثال
	میتھر ہوئی ہے۔ اور قلب جو عرش اللہ بنا ہے۔ عنصر		سے وضاحت۔ اور یہ کہ آخرت میں ذات مع
۵۹	خاک کی بدولت ہے جو کل کا جامع ہے		جمیع صفات مومنوں کو دکھائی دے گی نہ کہ صرف
	مکتوب نمبر ۱۳	۵۲	ذات
۶۰	اس بیان میں کہ علمائے خواہر اور صوفیاء اور		یہ بات جان لے کہ ظہور عرش دہم میں نہ لے
	اور علمائے راسخین ہر ایک کا کیا حصہ ہے۔		کہ حضرت حق سبحانہ فوق العرش قرار پذیر ہے
	مکتوب نمبر ۱۴		اور یہ کہ مکان اور جہت اس کے لئے ثابت ہو



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۱	علمائے نظائر کا (علوم میں) کیا حصہ ہے۔ پس کتاب کا لٹ اور مغز مشابہات میں اور حکمت اس لٹ کا چھٹا ہیں۔ مکتوب نمبر ۱۹	۴۱	اس استفادہ کے جواب میں کہ صاحب منصب صاحب علم ہوتا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا استفادہ کہ قافی اللہ اور بقا باللہ اس وقت تک ہاتھ نہیں آتا اور اپنے احوال پر عدم اطلاع کے متعلق استفادہ مکتوب نمبر ۱۵
۴۱	اتباع سنت اور بدعت سے اجتناب کے بیان میں مکتوب نمبر ۲۰	۴۲	اس خطیب کی مذمت میں جس نے عید قربان کے خطبہ میں خلفاء راشدین کا نام ترک کر دیا تھا۔ مکتوب نمبر ۱۶
۴۲	فضائل نماز نیز اس امر پر ترفیع دینے کے بیان میں کہ نماز کے ارکان، شرائط، آداب اور تعدیل ارکان بالکل صحیح ادا کرنے چاہئیں مکتوب نمبر ۲۱	۴۲	بزرگ صغریٰ کے عجاب کے بیان میں اور مرگ طاعون کی فضیلت اور کفن مسنون کا بیان اور کفن پر جواب نامہ لکھنے کا حکم۔ اور قیص کی بجائے پیرا من تبرکی عطا کرنا اور سنتوں میں جد تل پڑھنے کا حکم دینا مکتوب نمبر ۱۷
۴۳	اس بیان میں کہ حدیث لَا یَسْعَفُ الْإِزْمِ میں لفظ قلب سے مراد گوشت کی بوٹی ہے نہ حقیقت جامع تامہ مطلقاً بوٹی مراد نہیں بلکہ اس حیثیت سے کہ وہ سلوک، جذبہ، تمکین قلب اور اطمینان نفس کے بعد حیثیت و عدائی پیدا کر چکا ہے۔ اور حقیقت جامعہ پر گوشت کی اس بوٹی کی کئی طرح فضیلت، اور اس امر کا بیان کہ گوشت کی اس بوٹی کے لئے یہ تمام کمالات، مقام قاب قوسین میں حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کا اذنی کا معاملہ اس سے بھی ورہا ہے۔ اور قلب کے اطلاقات کا بیان مسوال ۱۔ حدیث قدسی سے تو اس قلب کی وسعت سمجھ میں آتی ہے۔ اور تو اسے تنگ کہتا ہے۔ اور اس تنگی کا جواب	۴۸	اس بیان میں کہ اس جہان کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر بزرگ ہیں۔ لیکن فی الحقیقت باعث ترقیات ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین روز طاعون واقع ہوا۔ اس طاعون میں حضرت انسؓ کے ترسی لڑکے اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکرؓ کے پائیں لڑکے فوت ہوئے۔ مکتوب نمبر ۱۸
۴۳		۵۰	اس میں کہ علمائے دافین، مؤلفہ اور

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۸۲	اس بیان میں کہ عمدہ کام اتہار سنت اور بدعت سے اجتناب ہے۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کو دوسرے سلاسل پر فضیلت صامب شریعت کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے واسطے ہے۔ اور اس طریقہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا	۵۵	سوال ۱۔ شایان فضیلت حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔ مٹھنے جو عالم خلق سے ہے۔ اور عناصر سے مرکب ہے۔ یہ فضیلت کہاں سے پائی۔ جواب عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت اسے برادر! اربابِ ولایت کا اتھراں علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا
۸۲	حضرت حق تعالیٰ مللے وقت کو توفیق عطا فرمائے۔ کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ یہ بدعت صبح کی روشنی کی طرح چمکتی ہوئی نظر آئے۔	۵۶	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۸۸	مکتوب نمبر ۲۴	۵۷	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۸۸	اس آرزو کے جواب میں تمام ذرات میں شاہدہ جمال لازمال تشریف آئے	۵۸	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۸۸	مکتوب نمبر ۲۵	۵۹	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۸۸	اس بیان میں کہ ہر عمل جو موافقت شریعت اور کیا ہائے ذکر میں داخل ہے۔ اگرچہ فرید و فزونت ہی ہو	۶۰	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۸۹	مکتوب نمبر ۲۶	۶۱	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۸۹	اس بیان میں کہ ذکر کی تعین الف و بے کی تعلیم کی طرح، بچوں کیلئے ہوتی ہے۔	۶۲	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۹۰	مکتوب نمبر ۲۷	۶۳	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
۹۰	جلد ثانی کے مکتوب اول میں جو شیخ عبدالعزیز کے نام لکھا گیا ہے۔ اس سے متعلق شیخ موصوف کی تفسیلات کے جواب میں	۶۴	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے
	سوال ۱۔ اگر متعلق مکانات کہ سورہ علیہ میں	۶۵	سوال ۱۔ یہ مسند جب کیسے بنی گئی؟ شرف سے مشرف ہو گیا۔ تو بیچینی اور اضطراب کیوں ہوتا ہے۔ جواب ظہور اگرچہ اتمیت پاتا ہے



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۹۲	مولانا نظام الدین ناموش سے ملاض ہوئے تو چاہا کہ ان کی نسبت سلب کر لیں۔ اس کا جواب مکتوب نمبر ۲۹	۹۱	عدالت ہیں۔ جو اصدا و صفات ہیں تو ان عدالت کا حصول ذات واجب میں لازم آتا ہے۔ اس مشہد کا قیام جواب ۱۶
۹۲	اس بیان میں کہ اس دنیا میں بہترین سامان حزن و غم ہے اور اس دسترخوان کی گوارا ترین نعمتیں آلام و مصائب ہیں مکتوب نمبر ۳۰	۹۱	سوال۔ حقائق ممکنات چاہیے کہ ہر وہی ہوں نہ عدی جواب ہاں و ہر وہی ثبوت علمی رکھتی ہیں
۹۵	دو سوالوں کے جواب میں ایک نسبت رابطہ (تفسیر شیخ) اختیار کرنے کے بیان میں اور دوسرے مشغولی لاحق ہونے کے بیان میں	۹۱	سوال ۱۔ انبیاء و اولیاء اور تمام افراد انسانی جو ممکنات سے ہیں۔ اگر ان کی حقیقتیں عطا ہوں تو شرف و کرامت اس زمرہ علیہ سے زائل و معدوم ہو جائیگی جواب کیوں سلب اور معدوم ہوگی
۹۶	اگر وہ چیزوں میں فتور لاحق نہ ہو ایک مقابلت نہ ہو دوسرے محبت اور انلاص اپنے شیخ کے ساتھ۔ تو ہزاروں کدورتوں اور فتنوں کے طاری ہونے سے بھی کچھ فکر نہیں مکتوب نمبر ۳۱	۹۲	سوال ۲۔ اجماعی بات کو کسی اختراعی بات سے رو نہیں کیا جاسکتا ہمدوست کے اختراعی مقولہ کا جواب ہم ہانتے ہیں
۹۶	دعظ و نصیحت میں مکتوب نمبر ۳۲	۹۲	مولانا محمد صادق کشمیری کے استفسارات کے جواب میں
۹۶	مجموعت باطن کے متعلق شکایت کے بیان میں مکتوب نمبر ۳۳	۹۲	پہلا استفسار۔ حق تعالیٰ کی وراثیت کا علم ہر ایک کے پاس ہے کہ صفات کا جس بھی اس پر تعلق رکھتا ہے دیتا ہے
۹۸	اس بیان میں کہ محبوب کی شئی انعام و تکلیف ہر حال میں مثبت کی نگاہ محبوب ہی ہوتی ہے۔ بلکہ اذیت اور تکلیف محبت میں اضافہ کرتی ہے۔ اور حمد کی شکر پر فضیلت	۹۲	استفسار دوم ۱۔ بابا تبریز نے فرمایا کہ جب سفر ازل کو اللہ تعالیٰ حضرت آدم کی مٹی گندھ رہا تھا میں اس مٹی میں پانی ڈال رہا تھا۔ اس قول کی کیا تاویل ہوگی۔ اس کا جواب
	سوال ۱۔ تو نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے	۹۳	استفسار سوم ۱۔ کہ جب خواجہ علاؤ الدین

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۰۳	الصلوة والسلام کی طرح و ثنا بیان تفہیم شہین اور نشتین (حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی محبت اور رخص و خروج کا بیان	۱۰۰	کہ مقام رضا مقام محبت سے اوپر ہے اور یہاں تو کبر ہا ہے کہ یہ مقام محبت مقام رضا سے اوپر ہے۔ اور اس مقام کا جواب
۱۰۴	کس طرح یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ اہل سنت اہل بیت سے محبت نہیں رکھتے علانکہ ان بزرگوں کے نزدیک اہل بیت کی محبت جزو ایمان ہے اور سلامتی خاتمہ کو اس محبت کے ساتھ واجب کیا گیا ہے	۱۰۱	ہاتنا چاہیے کہ ظاہر اگر محبت باطن رضا کے منافی نہیں اور صورت کی ملنی حقیقت کی جودت کے خلافت نہیں۔ کیونکہ الخ مکتوب نمبر ۳۴
۱۰۵	حضرت علیہ السلام کے صحابہ کرام آپس میں جھگڑوں اور لڑائیوں کے وقت تین گروہ تھے۔ اور ہر گروہ نے اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کیا	۱۰۲	اس میں میں کہ حضرت حق بلکہ جس طرح عالم میں داخل نہیں، خارج بھی نہیں اور جس طرح منفصل نہیں مکتوب نمبر ۳۵
۱۰۶	حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول کہ ہمارے بھائیوں نے ہم پر لہانت کی ہے۔ اس باب میں ملفیوں کے لغو کا بیان اور افراط و تفریط کا راستہ اختیار کرنا	۱۰۳	توحید کے بارے میں استفسار کے جواب میں اور بطرز خاص میں یقین کی وضاحت یہ نسبت جو تم کو تین ماہ میں میسر ہو گئی ہے۔ دوسرے سلاسل میں اگر دس سال میں بھی گزیر آجائے تو اسے دولت غفلتی جانتے ہیں
۱۰۷	روافض کے بارہ فرستے ہیں۔ اور سب کے سب پیغمبر علیہ السلام کے صحابہ کی تکمیل کرتے ہیں۔ اور خلفاء راشدین کو گالی دینا عبادت مانتے ہیں۔ اور اپنے آپ پر لفظ رافضی کے اطلاق سے نفرت کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو روافض تصور کرتے ہیں	۱۰۴	مشابہات کی تاویل کا علم معاملات سے کیا یا ہیں۔ جو رسولوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اور امتیوں میں بہت کم کسی کو اس سے حصہ عطا کرتے ہیں الخ مکتوب نمبر ۳۶
۱۰۸	اس بحث میں دو جگہ اہل سنت اور مخالفین کے درمیان جڑا اختلاف ہے۔ مقام اول یہ ہے کہ اہل سنت خلفاء و ائمہ کی خلافت کی حقیقت کے قائل ہیں۔ اور مخالفین اس کا انکار کرتے ہیں	۱۰۵	امامت کی بحث اور مذہب اہل سنت کی حقیقت اور مخالفین کے مذہب کی حقیقت۔ اور یہ کہ اہل سنت اس افراط و تفریط کے درمیان ہیں۔ جو روافض و خوارج نے اختیار کی ہے۔ اور اہل بیت آنسور علیہ وعلیہم



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۱۸	حضرت طلحہ و زبیر کے فضائل اور ان پرست رفع طعن	۱۱۲	لافنیوں کے طعن کا رد، بودہ ابوہریرہ پر کرتے ہیں۔ اور تقلید کا رد، جس کے وہ قائل ہیں
۱۱۸	صحابہ کرام پر جو اکابر دین ہیں۔ اعتراض کرنے سے ڈرنا اور خوف دانا		دوسرا مقام یہ ہے۔ کہ اہل سنت صحابہ کے مشابرات و مڑائی جھگڑوں کو نیک معافی پر محمول کرتے ہیں۔ اور مخالفین حضرت امیر کے ساتھ جھگڑنے، داؤں کو کافر کہتے ہیں۔
۱۱۹	امام ابو یوسف کے لئے درجہ اجتہاد پر پہنچنے کے بعد امام ابو حنیفہ کی تقلید نہ کیے۔ درست یہ ہے۔ کہ وہ اپنی رائے کی تقلید کرے	۱۱۵	جاننا چاہیے کہ یہ بات لازم نہیں کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمام اختلافی امور میں حق پر ہوں۔ اور ان کے مخالفین خطا پر
	صحابہ کرام نے اجتہادی امور میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے خلاف کیا ہے۔ اور زمانہ تزوید وحی کے باوجود ان کے خلاف کرنے پر مذمت نہیں آئی۔	۱۱۶	قاضی شریح نے امام سن کی شہادت نسبت بنوت کے واسطہ کی بناء پر منظور مذکی اور بیٹے کی باپ کے حق میں شہادت جائز قرار مذکی
۱۲۰	اس اختلاف کا بیان حمزہ انسوری کی مرضی موت میں قرطاس لانے میں رونما ہوا۔ اور اس کی تحقیق اور اس باب میں حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کا جواب	۱۱۶	حضرت صدیق مجتہد متبولہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں لافنیوں کی لعن و تشنیع کی ممانعت کا بیان
۱۲۱	سوال۔ حضرت فاروق نے اس وقت فرمایا أَجْزَلًا اس سے کیا مراد ہے جواب حضرت فاروق نے شاید اس وقت سمجھا ہو کہ یہ کلام الہی	۱۱۶	اس سے پہلے فقیر کا طریقہ یہ تھا۔ کہ اگر ایصال ثواب کے لئے کھانا پکاتا تھا۔ تو اس کا ثواب اکٹھا کیا کی رو عایت کے ساتھ مخصوص رکھتا تھا
۱۲۲	سوال۔ جب کہ احکام اجتہاد یہ ہیں خطا کے احتمال کی گنجائش ہے تو انسور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہونے والے تمام احکام شریعت میں وثوق کیسے ہو سکتا ہے جواب احکام اجتہاد یہ دوسرے وقت میں الہی	۱۱۶	اگر کوئی شخص امیر کی محبت استغلا لا اور بلا واسطہ رکھے تو وہ بحث سے خارج ہے۔ ایسا شخص یہ چاہتا ہے کہ بغیر کے واسطہ کے بغیر راستہ اختیار کرے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھوڑ کر علی کی طرف آجائے اور یہ بات عین کفر اور زندہ ہے۔
۱۲۳	خاتمہ مکتوب۔ تمام اہلیت کی طرح سرزنی میں مدنی	۱۱۶	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۳	مکتوب نمبر ۳۱ اس بیان میں کہ مکتوب نہایت النہایت میں ایک ایسا مرتبہ سامنے آتا ہے۔ کہ اس مقام کا بڑا تمام دوسرا امکان سے کئی گنا زیادہ دکھائی دیتا ہے	۱۳۴	مکتوب نمبر ۳۰ کھڑے ہو کر کوفی آرزو اس کے سوا باقی ہو گیا گوشت میں ایک بیچہ کہ کھڑے ہو کر کوفی سے تعلق اور معتقد ہو۔ لیکن کیا کیا جائے کہ تمام آرزوئیں پوری نہیں ہوتیں
۱۳۳	مکتوب نمبر ۳۲ صوفیہ کے سیر کو آفاق و انفس میں انحصار کے بیان میں اور ان دو سیروں میں تغلیف اور تجلیہ کا اثبات اور حضرت مجدد و قدس سترہ کا اس معنی سے روکنا اور منع کرنا اور نہایت النہایت کو انفس و آفاق سے باہر ثابت کرنا	۱۳۴	مکتوب نمبر ۳۸ اس بیان میں کہ اہل اللہ کے باطن کو دنیا کیساتھ دانی برابر تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ ظاہر اسباب دنیا کیساتھ پرآگندہ نظر آتے ہیں
۱۳۳	جب سالک تصبیح نیت کے بعد الخ اگرچہ سیر آفاقی پوری کر چکا ہو اور اس مقام میں بعض حضرات کے امتیاز کا بیان اور عالم مثال میں ہر بیٹھے کے لئے ایک نور قرار دینا اور ہر بیٹھے کی صفائی کی عظمت اور سیر آفاقی کا حاصل	۱۳۵	مکتوب نمبر ۳۹ اصحاب برہمین اور اصحاب شمال اور سابقین کے حالات کے بیان میں۔ جنہوں نے ایک قدم شمال پر۔ اور دوسرا برہمین پر رکھا ہوا ہے اور سبقت کا گیند میراث اصل کی طرف لے گئے ہیں۔
۱۳۵	صوفیہ کے نزدیک سیر انفسی اور سیر فی اللہ اور بقا باللہ کا بیان اور سیر انفسی کی دو قسمیں اور سیر وجودی اور سیر فی الاشیا و کابیان اور اس مقام کی تحقیق اور اس کلام کی تصبیح اور اس طرف اشارہ کر یہ اطلاقات فیقر پر گراں ہیں	۱۳۵	سابقین بالا صلاۃ انبیاء میں۔ اور تابع ہونے کی حیثیت سے جس کو بھی اس دولت سے مشرف کر جیں۔ یہ دولت بیشتر انبیاء کرام کے اکابر اصحاب میں پائی جاتی ہے۔ اور قلیل طور پر عزیز اصحاب میں بھی متحقق ہے۔ اور فی الحقیقت یہ شخص ہی گروہ صحابہ میں شمار اور
	یہ ہے درباب ولایت کے سیر و سلوک کا حاصل اور ان کے کمال و تکمیل کا نسخہ جامعہ۔ اور اس باب میں فیقر پر بعض نفسی غلط فہمی سے جو کچھ ظاہر کیا گیا ہے اور جس پر طے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسے سپرد قلم	۱۳۱	کلمات بخت سے ملے ہے مکتوب نمبر ۴۰
		۱۳۲	اس بیان میں کہ پردوں کا پھٹنا شہود کے اعتبار سے ہے و ہود کے اعتبار سے نہیں



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۰	سوال ۱۔ اس صورت میں شارع باطل پر ہوں گے اور حق ان کے مکشوف و مشہود کے مادہ ہوگا۔ جواب باطل اس صورت میں ہے۔ جبکہ وہ کوئی درست عمل نہ نکلتا ہو۔	۱۳۷	کتاب ہے۔ اگر یہ ان اکابر کے حقوق بھی اپنے ذمے نہ رہتا ہوں۔ کیونکہ ان کا تربیت یافتہ ہوں۔ لیکن حاجہ جعفری کے حقوق ان سب کے حقوق سے نافی ہیں۔ اور وہ تعالیٰ ہے چوں وہ بے جگہ ہے۔ پس آفاق و انفس سے گزرنا چاہیئے مگر اس ذات سبحانہ کو انفس و آفاق کے مادہ میں تلاش کرنا چاہیئے
۱۳۰	نظارہ بین علماء ان کی حقیقت سے کیا پاسکتے ہیں۔ اور مخالفت صوری کے سوا اعلیٰ کچھ کہتے ہیں شارع نے یہ جو کہا ہے۔ کہ سیر آفاقی میں تمام علمانی و نورانی پردے اٹھ جاتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک یہ قول محذوق ہے بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا ہے۔	۱۳۷	عجائب کار و بار ہے۔ اگر اپنے کشوفات یقینیہ بیان کرتا ہوں جو ان کے کشوفات کے موافق ہیں تو کوئی میری بات پر اعتبار نہیں کرے گا اور اگر بیان نہیں کرتا تو غلط فہم میں انتہا کا مرتکب ہوں گا۔ اس لئے جو کچھ حق ہے ضرور ناظر کرنا ہوں
۱۳۰	اور وہ طریق جس پر پہلے کے ساتھ اس فقیر کو مشرف کیا گیا ہے، ایسا راستہ ہے جو جذبہ و سلوک کا جامعہ ہے۔	۱۳۸	دوسروں کی مخالفت سے نہ ڈرنے کا بیان اور اس کی وجہ کا اظہار۔ اور یہ کہ صحت احوال کی علامت یہ ہے۔ کمال پر حصول یقین ہو اور شارع کے عقیدہ احوال کی تفصیل پر اطلاع کا بیان۔ اور معارف توحید، اتحاد، احاطہ، اور صریح اور بزرگوں کے اسمائے اور ان کی نعمتوں کا اقرار
۱۳۱	اس امر کا بیان کہ یہ طریق نقشبندیہ ضرور مطلوب تک پہنچاتا ہے اور انبیاء کی شان راہ ہے	۱۳۸	علماء کا مسئلہ توحید میں شارع کے ساتھ اختلاف نظر و استدلال کے راستے سے ہے۔
۱۳۱	جاننا چاہیئے کہ میرے پیر اور قسم خدا میرے راہنما، جن کے وسیلہ سے میں نے اس راہ میں آنکھ کھولی ہے انہوں نے علو فطرت اور بلند ہمت کے باعث ابتدا سے طریقت سیر انفس کو قرار دیا ہے۔ اور سیر آفاقی کو اس کے ضمن میں طے کرتے ہیں۔ اور ان حضرات کا قول کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے اوپر ہے	۱۳۹	اور اس فقیر کا اختلاف کشف و شہود کی راہ سے علماء ان امور کے قبح کے قائل ہیں اور فقیر بشرط عبود انکے حق کا قائل ہے۔ اور شیخ ملا والدولہ کے اختلافات کا بیان
۱۳۲	ابن اللہ قفا اور بقا کے بعد کچھ دیکھتے ہیں۔ اپنے اپنے اند دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہنچتے ہیں۔ اپنے		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۳۶	ایسے ہے جیسے کہ کوئی خواب یا واقعہ کے اندر عالم مثال میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے	۱۳۲	اندر پہناتے ہیں۔ ان کی حیرت ان کے اپنے وجود میں ہوتی ہے
۱۳۶	من پھر من۔ کہ سیر نفسی میں اسماء و صفات و ابہی کا غہور سالک کے آئینہ میں جو کیا گیا ہے۔	۱۳۳	جاننا چاہیے کہ غیریت کی نفی کرنا اور حیرت ہے اور غیریت کا منتفی ہونا امر دیگر۔ اور حضرت خواجہ بزرگ کا قول کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا
۱۳۶	فی الحقیقت وہ غہور اسماء و صفات کا نہیں۔ بلکہ غل کا غہور ہے		اور وہ جو میں نے کہا ہے کہ ولایت کے لئے
۱۳۶	اس بیان سے وزم آیا کہ پیرستن یعنی پستت پر مقدم ہے۔ ان اس سے اتصال گشتن کے حصول کے بعد ہے۔ پس مشائخ میں سے جنہوں نے پیرستن کو مقدم رکھا ہے، ان		جذبہ و سلوک اور آفاق و انفس کے باہر قدم رکھنے کی جگہ نہیں کیونکہ یہ ارکان اربعہ کمالات نبوت کے مبدی ہیں۔ کہ ولایت کے ہاتھ اس بلند درخت تک نہیں سکتے
۱۳۶	شیخ ابوسعید خرازی اس تمام میں متوقف ہے چنانچہ وہ کہتا ہے تو جب تک نہیں چھوٹے گا نہیں پائے گا۔ اور جب تک نہیں پائے گا چھوٹے گا نہیں۔		تجلی برقی کے مقام اور ان ہندگوں کے لئے
۱۳۶	میں نہیں جانتا کہ ان دونوں میں پہلے کیا ہے۔		اس کے دوام کا بیان۔ اور اس سے فوق کے معاملہ کا بیان اور اس کا بیان کہ ان بزرگوں کی ہدایت جذب اور محبت الہی ہے اور جب کسی صاحب دولت کو غلبہ محبت خداوندی ملے اور کمال محبت کی علامات کمال طریقہ سے شریعت کی بجائے آوری ہے
۱۳۸	حضرت ایشاں کے قول میں کہ اس بارگاہ میں ذوق یافت ہے یا نہ نہیں اور اندماج انہما فی البدایہ کی تحقیق اور اس طریقہ کی دوسرے طریقوں پر افضلیت کا بیان	۱۳۴	سیر سلوک اور جذبہ تعذیر سے معذور انفس کی اخلاق روتیہ اور اوصاف رفیعیہ سے تعبیر ہے کہ ان تمام اوصاف رفیعیہ میں ہر تر صفت انفس کے ساتھ گر قراری ہے
	سوال ۱۔ جب کہ متہی کے لئے یافت مطلوب میسر آگئی تو ذوق یافت سے بے نصیب ہے۔ تو اُس نے ذوق یافت کہاں سے پایا۔ جواب۔	۱۳۵	پس سیر انفسی ضروری ہے۔ اور سیر آفاقی اس کے ضمن میں میسر آجاتی ہے
۱۳۹	دولت یافت خواہر کے احوال باطن کے احوال کیساتھ اس طرح نسبت رکھتے ہیں۔ جس طرح چوڑی کی	۱۳۵	جاننا چاہیے کہ انفس کے احوال کو جز آفاق کے شیشوں میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کی مثال



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۴۹	جواب محبت آثار الخ	۱۴۹	نسبت بے چوں کے ساتھ
۱۵۳	حسین بن منصور کے قول انما حق کی مراد کا بیان	۱۴۹	یہ بزرگ ابتداء میں استہزاء کی پاشنی درج کر دیتے ہیں۔ اور نہایت کا کچھ پر تو بہندی رشید کے باطن میں ڈال دیتے ہیں۔ اور قدم اول میں ہی جو کچھ وہ اپنے پاس رکھتے ہیں مرید کے حوصلہ کے مطابق اُسے عطا فرماتے ہیں
۱۵۳	اشیاء غیور ہوتی ہیں نہ عین حق	۱۵۰	اس طریق کے بہندی کی دوسرے طریقوں کے متنبی حضرات کے ساتھ مساوات کے مشبہ کا ازالہ
۱۵۳	پس شیاء حق سے ہیں حق نہیں ہیں لہذا ہمدست کا معنی ہمدردی و دوست ہوگا	۱۵۰	اس طریق کے متنبی اور دوسرے طریقوں کے متنبی حضرات کے درمیان فرق کا بیان
۱۵۳	سوال۔ صوفیہ اشیا کو غیور ہوتی کہنے کے ساتھ ساتھ معدوم غار ہی جانتے ہیں۔ اور غار میں موجود صرف ایک ذات حق کو مانتے ہیں۔ اور علماء اشیا کو موجودہ غار جانتے ہیں۔ پس دونوں کے درمیان نزاع معنوی نہایت ہوگئی جواب صوفیہ اگر عالم کو معدوم غار ہی جانتے ہیں الخ	۱۵۱	دوسرے سلاسل کے متعقب لوگوں کے قول کا جواب کہ ہماری نہایت حق کے ساتھ وصول ہے۔ اُسے تم اپنی ہدایت کہتے ہو تو حق سے آگے کہاں جاؤ گے
۱۵۳	غریب صوفیہ اور مذہب صوفیہ کے درمیان فرق کا بیان	۱۵۱	مکتوب نمبر ۲۲
۱۵۳	سوال ۱۔ صوفیہ کو جو وجود وہی ثابت کرتے ہیں۔ اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ یہ وجود ثبات و استقرار کے باوجود نفس الامری نہیں ہے۔ اس کا صرف دہم میں وجود ہے۔ اور خیالی نمود کے ہوا اس کا کچھ حصہ نہیں۔ اور علماء اشیا کو ناراج میں موجود مانتے ہیں۔ وجود نفس امری کے ساتھ لہذا تضاد اب بھی باقی ہے۔ جواب وجود وہی اور نمود خیالی الخ	۱۵۲	وحدت الوجود سے متعلق ایک استفسار کے جواب میں اور اُسے علوم شرعیہ کے ساتھ مطابقت کرنے اور اس قول کے معنی میں "اذا أَحَبَّ اللَّهُ سُبْحَانَهُ عَبْدًا لَا يَفْتَرُ ذَنْبًا" سوال ۱۔
۱۵۵	سوال ۱۔ جب تمام اشیا کا وجود نفس الامری ہوا تو نفس آ یا کہ نفس الامری میں متعدد موجودات ہوں اور نفس لامری	۱۵۲	صوفیہ وحدت وجود کے قائل ہیں۔ اور علماء اُسے کفر اور زندقہ جانتے ہیں۔ اور دونوں فرقہ ناجیہ میں سے ہیں اس معاملہ کی حقیقت کیا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۰	واجب کی طرف راجع ہوتا ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ ذات ممکن عین ذات واجب ہو۔ جواب ہاں ہر ایک کا اشارہ الخ	۱۵۵	میں ایک موجود نہ ہو اور یہ قول وحدت وجود کے منافی ہے۔ جواب دونوں نفس امری ہیں وحدت وجود بھی اور تعدد وجود بھی الخ
۱۶۱	سوال :- ممکن کا ذات واجب کیساتھ قیام مستلزم قیام حوادث کو ذات واجب کے ساتھ اور یہ امر متنع ہے۔ جواب واجب کے ساتھ قیام حوادث کا امتناع یعنی حلول حوادث ہے۔ ذات واجب تعالیٰ میں اور یہ محال ہے	۱۵۶	سوال :- جب وہم کا زوال تمام وہم کرنے والوں سے تسلیم کر لیا جائے۔ تو وجود وہی کس طرح ثابت ہوگا۔ جواب :- یہ وہی وجود مضمون اشتراع وہم سے حاصل نہیں ہوا الخ
۱۶۱	سوال :- جب کہ ممکن مکمل طور پر عرض ہے تو اس کے لئے محل کا ہونا ضروری ہے۔ جس کے ساتھ وہ قائم ہو۔ وہ محل کیا چیز ہے ذات واجب تو ہے نہیں۔ اسی طرح متنع بھی اس کا محل نہیں بن سکتا۔ اس کا جواب الخ	۱۵۷	بلوچستان میں شہدہ بزدوں کا قسما اور قاضی بلال الدین کا سفر تہذیب ثانی قدس سرہ کے والد ماجد سے سوال کرنا کہ نفس الامر میں وحدت ہے یا کثرت
۱۶۱	ممکن کے واجب کیساتھ قیام کے سلسلے میں دو تمثیلیں۔ بغیر اس کے کہ واجب ممکن کا محل بنے۔ نظام معزلی نے سارے عالم کو اعراض مانا ہے۔ اور جو ہر سے خالی گمان کیا ہے۔ اور صاحب فتوحات مکیہ نے عالم کو اعراض مجتہد عین واحد میں جانا ہے۔ اور دو زمانوں میں اس کے عدم بقا کا حکم لگایا ہے۔ اور اس فقیر کے نزدیک یہ معاصر شہودی ہے وجودی نہیں۔	۱۵۸	بیان معنی - إِذَا أَحَبَّ اللَّهُ عَبْدًا لَا يَفْقَهُ ذَنْبًا و مکتوب نمبر ۲۵
۱۶۲	تجدد و امثال اور ان کے کئی گنا ہونے کا بیان مکتوب نمبر ۲۶	۱۵۹	اس بیان میں کہ عالم تمام کا تمام اسماء و صفات واجب کی جلوہ گاہ ہے۔ بخلاف ممکن کی ذات کے کیونکہ وہ مکمل طور پر اس سے بے نسب ہے اور تمام کا تمام عرض ہے۔
۱۶۳	کلمہ طیبہ کے فضائل میں جو طریقت، حقیقت	۱۶۰	سوال :- اس تئیں سے معلوم ہوتا ہے ذات ممکن عین ذات واجب ہے۔ اور ممکن واجب کے ساتھ متحد ہے۔ اور یہ محال ہے۔ کیونکہ
			قلب - قائل کو مستلزم ہے جواب ذات ممکن الخ
			سوال :- جب کہ ہر ایک کا اشارہ لفظ اناس سے اپنی ذات کی طرف ہوتا ہے۔ اور وہ ذات



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۶	راہ علم سے خلا تک پہنچنا ہے اس معاملہ کا بیان جو طریقت، حقیقت اور شریعت سے روا ہے سوال ۱۰۸ - معارف سے لازم آتا ہے کہ بعض مراتب میں معارف شریعت سے باہر بھی قدم رکھنا ہے اور اس کا جواب	۱۶۶	اور شریعت کو متفقین ہے اور اس بیان میں کہ ولایت کے کمالات کی نبوت کے کمالات کے سامنے کچھ حقیقت نہیں اور یہ کہ ولایت کو شریعت سے چارہ نہیں اور یہ کہ ظاہر ہمیشہ شریعت کا مکلف رہتا ہے اور باطن بھی اس معاملہ کا گرفتار ولایت کے کمالات اس کلمہ کے جزو اول کے ساتھ وابستہ ہیں اور اس کلمہ کا جزو اخیر شریعت کا محصل اور اسے مکمل کرنے والا ہے
۱۶۷	سوال ۱۰۹ - اس بیان سے لازم آیا کہ کمالات نبوت میں بھی باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کیساتھ ہوتا ہے اور تو نے اپنے کتابات و رسائل میں لکھا ہے کہ مقام نبوت میں رُخ مخلوق کی طرف ہوتا ہے اس کا جواب اس مقام کی تحقیق	۱۶۷	یہی ہے اس کلمہ کے جزو اخیر کو سمجھنا پڑا کہ نہ پایا کہ جزو اول اس کے سامنے ایک قطرہ دکھائی دیا اور ایک جماعت کچھ نبی کے باعث ولایت کو نبوت سے افضل جانتا ہے
۱۶۸	ہم ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قریب اور محیط ہے اور عالم کے ساتھ ہے۔ لیکن ہم اس کے قریب احاطہ اور معیت کی کیفیت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے	۱۶۸	مخلوق کی طرف انبیاء کی توجہ ہدایت اور ارشاد کی خاطر ہے نہ کہ نفس کیلئے۔ اور یہ توجہ اس توجہ سے بہت افضل ہے جو اپنے نفس کیلئے حق کی طرف ہو
۱۶۹	مکتوب نمبر ۴۶ نصیحت اور تنبیہ میں مکتوب نمبر ۴۸	۱۶۹	بعض اوقات ذکر نہ کرنا مستحسن ہوتا ہے۔ اور ذکر خلقت و دور کرنے سے عبادت ہے۔ جس طرح بھی جیسے رکے اور امر کا بھالانا اور نواہی شریعت سے پہنا سب ذکر میں داخل ہے اور بیان فرق اس ذکر کے درمیان جو اسم اور صفت سے واقع ہوتا ہے اور اس کے درمیان جو امر کی بھلاؤری اور نواہی سے بچنے کی صورت میں ہوتا ہے
۱۷۰	ماہم پڑھی اور مقام رفیع کے حصول کی ترقیب میں مکتوب نمبر ۴۹ اس بیان میں کہ ماسوا کو بھول جانا اس طریق کا قدم اول ہے مکتوب نمبر ۵۰	۱۷۰	حضرت خواجہ نقشبند نے فرمایا کہ مولانا زین العابدین ؑ
۱۷۱	اس بیان میں کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت ہے اور ابتدا سے لیکر انتہا تک شریعت	۱۷۱	

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۶۶	سے کمالات ولایت اور کمالات نبوت میں فرق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شیعہ کے اسلام کامیاب اور اس امر کا بیان کہ جس طرح شیطان	۱۶۲	کے بغیر پارہ نہیں اور تمکین قلب، اطمینان نفس اور اجزائے قالب کے اعتدال کا بیان صورت شریعت کا معنی اور جو اس مقام میں مستحق ہے وہ ایمان اور اعمال کی صورت ہے نہ ان کی حقیقت اور اس امر کا بیان کہ جنت کی بھی ایک صورت ہے اور ایک حقیقت اور صورت شریعت کے نتائج کا بیان۔ اور ولایت عامہ اور خاصہ کا بیان مقام طریقت، قنات و لقا اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کا بیان اور اطمینان نفس کا مقام اور اس کا کفر اور انکار سے واپس آنا اور اپنے مولائے راضی ہونا اور قوم کے نزدیک جہاد کو مراد اور مجاہد و صاحب کے نزدیک اس کے مراد معنی قالب کے ساتھ ہمیشہ جہاد کرنے کا بیان اور اسے ماقی رکھنے کے فوائد اور اسلام حقیقی کا مقام اور حقیقت اعمال ہامتا چاہیے کہ شریعت کی صورت و حقیقت میں فرق نفس کیوں سے ہے۔ اور جسم کی حیثیت
۱۶۶	آفاق میں ہے نفس میں بھی ہے۔ اور یہ اطمینان اجزائے قالب میں اعتدال کے بعد ہوتا ہے سوال: جب قالب کے اجزاء بھی حد اعتدال پر آ جاتے ہیں۔ اور اطمینان و سرکشی سے بہرہ آجاتے ہیں۔ تو پھر ان کے ساتھ جہاد کی کیا صورت ہوتی ہے اور نفس مطلقہ کی طرح ان سے جہاد مرتفع ہو جاتا ہے اس کا جواب یہاں کوئی شخص غلطی نہ کرے اور نہ کہے کہ اس مقام میں صورت شریعت اور اس کی حقیقت سے بے نیازی ہو جاتی ہے۔ اور احکام شریعت کے بھالانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ اس کے جواب میں ہم کہیں گے	۱۶۶	



تَمَّتْ فہرست مکتوبات — و فتر دوم جہاد اول  
وَحَمَلِ اللّٰهُ عَلٰی خَيْرِ خَلْقِهِ وَ لَوْر عَرْشِهِ مُحَمَّدًا  
وَالِہِ وَصَّیْہِ اَجْمَعِیْنِ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ  
الرَّاحِمِیْنَ



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط  
مُحَمَّدٌ وَآلِیُّہٗ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

## اُردو ترجمہ مکتوبات امام ربانی قدس برہ دفتر دوم — حصہ اول

اللہ ہی کے سلسلے سے پہلے شمار ایسی حمد و تعریف جو طیب ہو۔ اور جس میں برکت اور جس پر برکت ہو اور ایسی حمد جو ہمارے رب تعالیٰ کو محبوب اور پسند ہو۔ اور اکل و اتم مسطورہ و سلام اس کے حبیب حضرت محمدؐ اور آپ کی آل، آپ کے اصحاب اور آپ کے اہل بیت اور آپ کے کامل وارثوں اور تمام جہالت کی پیروی کرنے والوں اور تمام انبیاء و مرسلین اور ممالک و مقربین پر جو ان کی بلند ہی شان اور

مرتبہ کے لائق ہو

**اَمَّا الْعَدُو** ۱ یہ وہ مکتوبات ہیں جو علوم غریبہ، معارف عجیبہ، اسرار لطیفہ اور دقائق شریفہ پر مشتمل ہیں۔ عارفوں میں سے کوئی عارف بھی ایسے مضامین نہیں لکھ سکا۔ اور نہ ہی اولیاء میں سے کسی ولی نے ان کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ یہ علوم و معارف انوار نبوت کے سینہ سے حاصل کئے گئے ہیں۔ اور یہ بلند بہتت والے امام علماء و اسفین کے پیشوا، پیغمبروں کی بزرگیوں سے مشرف، ولایت اصلی کے صاحب، اسرار الہی کے محزون، قرآنی مشاہدات کی باریکیوں کو جاننے والے، روحانی نشانوں میں سے ایک عجیب نشانی مجدد الف ثانی، ہمارے شیخ اور ہمارے امام شیخ احمد فاروقی کے مکتوبات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سبحانہ جہاں والوں کے سروں پر آپ کی سلامتی کو تادیر قائم رکھے۔

جب مکتوبات کی جلد اول تین سو تیرہ مکتوب کے عدد کو پہنچی تو حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ و سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس جلد کو اسی عدد پر ختم کر دیں کہ یہ عدد پیغمبر اہل مرسل صلوات اللہ تعالیٰ علیہم و علیٰ آئینہ و علیہم کے عدد کے موافق ہے۔ نیز اہل بدر رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے عدد کے موافق ہے۔ تبرکاً اور تیناً اسی عدد پر جلد اول کو ختم کیا گیا۔ اس کے بعد دوسرے مکتوبات قدسی آیات جو صادر ہوئے۔ معارف آگاہ، حقائق دستگاہ، مظہر فیض الہی، مظہر اسرار لاقتناہی، افلاہری و باطنی علوم کے جامع، حضرت مخدوم زادہ،

شیخ محمد الدین خواجہ رحمۃ معصوم اللہ تعالیٰ انہیں سالم اور باقی رکھے اور انہیں اپنی تمناؤں کی منایت تک پہنچائے اس بات کے باعث ہوئے کہ یہ بعد میں صادر ہونے والے مکتوبات بھی جمع ہوں۔ چنانچہ آپ کے اشارہ شریف کے موافق اس درگاہ کا کمترین خاکروب اللہ غائی کائنات کے بندوں میں سے کمترین بندہ عبدالمی بن خواجہ چاکر حساری (اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخشنے اور اس کے عیوب کو چھپانے اور اس کے خاتمہ کو اچھا کرے) ان مکتوبات کے جمع کرنے کے درپے ہوا۔ اور اللہ ہی توفیق عطا کرنے والا اور اسی پر سہروسد ہے۔

## مکتوب نمبر ۱

شیخ عبدالعزیز جو نپوری کی طرف صادر فرمایا

مسلمہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی قدس سترہ کے مذہب کی تحریر کے بیان۔ نیز اس

مسلمہ میں حضرت محمد اہل ثانی سلمہ اللہ تعالیٰ کے مسلک

تفصیل کے بیان میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جس نے امکان کو وجود کا شیشہ بنایا اور عدم کو وجود کا مظہر قرار دیا۔ وجوب اور وجود اگرچہ اس ذات سبحانہ کے لئے دو صفت کمال ہیں تاہم وہ بلند ذات ان دونوں سے وراء ہے۔ بلکہ تمام اسماء اور صفات اور تمام شیون اور اعتبارات اور ظہور و بطون اور بروز (ظاہر ہونا) و کمون (پوشیدہ ہونا) تعلیقات و ظہورات اور برہانی ہوتی اور تبادلیات اور مشاہدات و مکاشفات سے اور ہر محسوس اور معقول چیز اور ہر موصوم اور متخیل سے بھی وراء ہے۔ پس وہ سبحانہ و تعالیٰ و وراء الوجود ہے۔ پھر وراء الوجود، پھر وراء الوجود ہے۔

کہ باعقا بود ہم آشیانہ

چہ گوئیم تا تو از مرغے نشانہ

ز مرغ من بود آن نام ہم گم

ز عفا بہت نام سے پیش مردم

تو کسی حمد کرنے والے کی حمد اس کی ذات قدس کی جناب تک نہیں پہنچ سکتی۔ بلکہ تمام حمدوں کی منایت

لے میں تجھ اس پرندے کا نشان کیا بتاؤں جو عفا کا ہم آشیانہ ہو۔

لے عفا کا کم ذکم لوگوں کو نام تو معلوم ہے۔ لیکن میرے پرندے کا نام بھی معلوم نہیں۔



اس کی عزت کے پردوں سے نیچے ہی رہتی ہے۔ تو وہ خود ہی اپنی ذات کی شنا کر سکتا ہے۔ اور اپنی ذات کی حمد خود اپنی ذات سے ہی کر سکتا ہے۔ پس وہ سبحانہ و تعالیٰ خود ہی حمد کرنے والا ہے اور حمد کیا جاتا ہے۔ اور اس کا ماسوا یا مقصد حمد کے ادا کرنے سے عاجز ہے۔ کیوں عاجز نہ ہو۔ حالانکہ اس سبحانہ کی حمد سے وہ ہستی بھی عاجز رہی جو قیامت کے روز بواؤ الحمد کو اٹھائے گی۔ اور آدم اور سب لوگ اس جھنڈے کے نیچے ہوں گے اور یہ ہستی ظہور میں تمام مخلوق سے افضل اور اکل ہے اور مرتبہ میں سب سے زیادہ قریب ہے۔ اور کمال میں سب سے زیادہ جامع اور جہاں میں سب سے بڑھ کر اور حسن و جمال کا اور حسن و کمال کا چاند ہونے میں سب سے مکمل تر ہے اور قدر میں سب سے اونچی اور بزرگی اور شرف میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اور دین کے لحاظ سے سب سے معبوط تر اور بقدرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ عادل۔ سب میں سب سے باعزت، نسب میں سب سے اشرف، خاندان میں سب سے مشہور تر، اگر وہ ہستی نہ ہوتی۔ تو اللہ سبحانہ مخلوق کو پیدا نہ کرتا اور ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اور وہ ہستی اس وقت نبوت سے سرفراز ہو چکی تھی۔ جب آدم پانی اور مٹی کی شکل میں تھے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا۔ تو وہ ہستی نبیوں کا امام اور خطیب اور صاحب شفاعت ہوگی وہ ہستی جس نے ارشاد فرمایا "ہم سب سے آخر میں لیکن قیامت میں سب سے آگے ہونگے۔ اور میں بغیر فخر کے یہ بات کہتا ہوں اور میں اللہ کا حبیب ہوں اور نبیوں کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں اور کوئی فخر نہیں اور جب لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے تو میں سب سے پہلے اٹھوں گا اور جب لوگ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوں گے تو میں ان کا قائد ہوں گا اور جب لوگوں پر خاموشی اور سکوت چھایا ہوگا۔ تو میں ان کا خطیب ہوں گا اور جب لوگ روک لئے جائیں گے تو میں ان کی شفاعت کروں گا۔ اور جب لوگ مایوس ہوں گے تو میں انہیں خوشخبری دوں گا۔ عزت اور بزرگی اور ہر چیز کی چابیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔

لے در قافلہ کا دست دائم فرسم  
ایں بسکہ رسد نہ دور بانگ برسم

اللہ سبحانہ کی رحمتیں اور اس کی تسلیمات اور بلند ذات کے فیض کے تحفے اور برکتیں حضور علیہ السلام پر اور آپ کے بھائیوں یعنی تمام انبیاء اور مرسلین اور تمام مقرب فرشتوں پر اور تمام اہل طاعت پر وہ صلوة و سلام اور وہ تحفے اور برکتیں جن کے آپ اہل میں۔ اور جن کے وہ اہل میں، نازل ہوتے ہیں جب تک آپ کا ذکر کرنے والے آپ کے ذکر میں مشغول رہیں اور جب تک غفلت والے آپ کے ذکر سے

لے میں ہاتھ ہوں کہ جس تعلق میں رہے۔ میں اس میں نہیں پہنچ سکتا یہی کافی ہے کہ وہ سے فی کی آواز پہنچتی رہے۔

غافل رہیں۔

حمد و صلوة اور تبلیغ و دعوات و ارسال تحیات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب گرامی جو اس فقیر کے نام لکھا تھا۔ انوسی، اعترسی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا۔ اور خوش وقت کیا۔ یہ مکتوب چونکہ ارباب کشف و شہود کے حقائق و معارف پر مشتمل تھا۔ فرحت پر فرحت کا موجب ہوا۔ اللہ سبحانہ تمہیں جزا و خیر عطا فرمائے۔ یہ فقیر بھی آپ کے صحیفے کی موافقت میں اس بلند گروہ کے ذوق و شوق کی باتیں درمیان میں لاتے ہوئے چند کلمے لکھ کر آپ کی دردمسری کا باعث بنتا ہے۔

مقدوم محترم یہ بات آپ کے علم شریف میں ہے کہ وجود ہر چیز و کمال کا مبداء ہے اور عدم ہر نقص و شرارت اور زوال کا منشا ہے۔ پس وجوب واجب تعالیٰ جن سلطانہ کے لئے ثابت ہے۔ اور عدم ممکن کا حقد۔ تاکہ ہر خیر و کمال واجب تعالیٰ کی طرف رجوع کرے۔ اور ہر طرح کا شر و نقص ممکن سے منسوب ہو۔ ممکن کے لئے وجود ثابت کرنا اور خیر و کمال کو اس سے منسوب کرنا فی الحقیقت ممکن کو متحقق جن سلطانہ کی ملک اور ملک میں شریک کرنا ہے۔ اور اسی طرح ممکن کو عین واجب تعالیٰ شانہ کہنا نیز ممکن کی صفات اور افعال کو اس بلند ذات کی صفات و افعال کا عین قرار دینا سوم ادب اور کجروی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات میں ایک کینے جاروب کش کی جو نقص اور خبث ذاتی سے داغدار ہے۔ کہ بحال ہے کہ اپنے آپ کو سلطان مظم الشان کا عین جانے جو خیرات و کمالات کا منشا ہے۔ اور اپنی بُری صفات اور افعال کو اس کی بہترین صفات اور افعال کا عین ہونے کا وہم کرے۔ علمائے خواہر نے ممکن کے لئے وجود ثابت کیا۔ ہے اور واجب تعالیٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے افراد میں سے شمار کیا ہے۔ غایت مافی السحاب کلی مشکک کے طور پر واجب تعالیٰ کے وجود کو ممکنات کے وجود سے ادنیٰ اور اقدم کہا ہے۔ اور یہ معنی ممکن کے واجب کے ان کمالات و فضائل میں جو اس کے وجود سے پیدا ہوئے ہیں۔ میں شریک کرنا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بلند ہے۔ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

”اَلْکُبْرٰیَاۗءُ مَرَادِیْ وَ اَلْعَظَمٰتُ اِنْمَا ہِیَ“ بڑی میری چادر اور عظمت میرا تہ بند ہے

اگر علمائے خواہر اس باریکی سے آگاہ ہو جائے تو ہرگز ممکن کے لئے وجود ثابت نہ مانتے۔ اور جو خیر و کمال خدا نے جن دلوں سے مخصوص ہے۔ وجود کی خصوصیت کے اعتبار سے ممکن کے لئے اس کا اثبات نہ کرتے۔

مے مسلم شریف برایت البرہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حدیث کے باقی الفاظ یہ ہیں ”فمن نامنی واحداً منہا او غلطہ انتہر“ تو جو جو سے ان دونوں میں سے ایک کو بھی چھینے گا۔ کیس اسکو آگ میں ڈالوں گا۔



مَرَبَّانَا لَا تُؤْخِذْنَا إِنَّ لَيْسَ بِنَا ذَا خُلُقَانَا  
اے ہمارے پروردگار! اگر ہم بھول جائیں یا غلط کر  
جیتیں تو ہمیں نہ پکڑنا ۔ ”آیت الکریمہ“

اور اکثر صوفیہ خاص کر ان کے متاخرین ممکن کو عین واجب جانتے ہیں اور ممکن کی صفات و افعال کو واجب تعالیٰ کی صفات و افعال کا عین گمان کرتے ہیں اور کہتے ہیں ۔

ہمسایہ و ہم نشین ہمراہ ہمارا دست  
در باغین فرق و نہان خانہ جمع  
بالند ہمارا دست شمع بالند ہمارا دست  
درد و دل گلا و اطلس شہ ہمارا دست

اگرچہ ان بزرگوں نے وجود کو شریک کرنے سے گریز کیا ہے ۔ اور دوئی سے دور بھاگے ہیں ۔ لیکن غیر وجود کو وجود سمجھ جیتے ہیں ۔ اور نقائص کو کمالات کہہ دیا ہے ۔ چنانچہ کہتے ہیں کسی بھی شئی کی ذات میں شمرات اور نقص نہیں ہے ۔ اگرچہ تو صرف لہی اور اسفافی ہے ۔ زہر نائل بھی انسان کی نسبت سے زہر نائل ہے ۔ کہ اس کی زندگی ختم کرتا ہے ۔ لیکن اس بالند کی نسبت آب حیات ہے جس میں یہ زہر پیدا ہوتا ہے اور اس کے عطا تریاق نافع ہے ۔

اس بارے میں ان بزرگوں کا مقتدا اور پیشوا ان کا کشف و شہود ہے ۔ ان بزرگوں پر جو کچھ ظاہر ہوا ہے وہی ان کے علم میں آیا ہے ۔ اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقتیں اس اصل حالت میں دکھا جیسی کہ وہ ہیں ۔

اس باب میں جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے یہ فقیر اسے تفصیل سے ظاہر کرتا ہے ۔ پہلے شیخ غنی الدین ابن عربی جو متاخرین صوفیہ کا امام اور پیشوا ہے ۔ کا اس مسئلے میں مذہب بیان کرتا ہے ۔ اس کے بعد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے ۔ تحریر میں لاتا ہے ۔ تاکہ دونوں مذہبوں کے درمیان مکمل طریقہ سے فرق معلوم ہو جائے اور باریکی اور خفا کی وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ ہو ۔

شیخ غنی الدین اور اس کے پیروکار فرماتے ہیں ۔ کہ باری تعالیٰ جل و علا کے اسماء و صفات ذات واجب تعالیٰ و تقدس کا بھی عین ہیں ۔ ایک دوسرے کا بھی عین ہیں ۔ پس اس مقام میں کسی بھی اسم اور نشان کے اعتبار سے تعدد و کثرت نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تمایز اور تباہن ہے ۔ غایت مافی الباب یہ ہے کہ ان اسماء و صفات اور شیوں و اعتبارات نے حضرت علم میں تمایز اور تباہن اجمالاً اور تفصیلاً پیدا کیا ہے ۔ اگر اجمالی تمیز ہے تو اُسے تعین اول سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اور اگر تفصیلی تمیز ہے تو اس کا نام تعین ثانی ہے ۔ تعین اول کا نام

لے ہمسایہ و ہم نشین اور ساتھی سب وہی (خدا) ہے ۔ گداگر کی گودری اور شاہی پاس میں بھی وہی (خدا) ہے ۔  
لے فرق کی باطن اور نہان خانہ جمع سب میں اللہ کی قسم وہی ہے پھر اللہ کی قسم وہی ہے ۔

وحدت رکھتے ہیں۔ اور اسے حقیقت ٹھہری جانتے ہیں۔ اور تعین ثانی کو واحدیت کہتے ہیں۔ اور تمام ممکنات کے متعلق گمان کرتے ہیں۔ اور ان حقائق ممکنات کو اعیان ثابتہ جانتے ہیں۔ اور ان دو علمی تعینوں یعنی وحدت اور واحدیت کو مرتبہ وجوب میں ثابت کرتے ہیں۔

یہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ ان اعیان ثابتہ نے وجود خارجی کی بوجہی نہیں پائی۔ اور خارج میں احدیت مجردہ کے سوا کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ اور یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے۔ اعیان ثابتہ کا عکس ہے۔ جو ظاہر وجود جس کے سوا خارج میں کچھ موجود نہیں ہے کے شیشوں میں منعکس ہوا ہے۔ اور خیالی وجود پیدا کیا ہے۔ جس طرح ایک شخص کی صورت آئینے میں منعکس ہو۔ اور اس شیشے میں خیالی وجود پیدا کرے۔ اس عکس کا وجود صرف خیال میں ثابت ہے۔ اور آئینے میں کسی شئی نے محلول نہیں کیا ہے۔ اور اس شیشے میں کوئی چیز، متعکس نہیں ہوئی۔ اگر استعاش ہے تو صرف خیال میں ہے۔ جو شیشے کی سطح پر دم میں آتا ہے۔ اور یہ خیالی اور دہی شے خزانہ جل سلطانہ کے فعل سے پیدا ہوئی۔ جو درست اور ٹھیک شکل میں دکھائی دیتی ہے۔ دم اور خیال کے زوال سے زائل نہیں ہوتی۔ آخرت کا دائمی اور ابدی ثواب و عذاب اسی پر مرتب ہوتا ہے۔ یہ کثرت جو خارج میں دکھائی دیتی ہے۔ تین قسم پر منقسم ہے۔ قسم اول تعین روحی ہے اور قسم دوم تعین مثالی اور قسم سوم تعین جسدی جو عالم شہادت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان تینوں تعینات کو تعیناتِ خارجیہ کہتے ہیں اور مرتبہ امکان میں ثابت کرتے ہیں۔ تنزیلات خمسہ ان ہی پانچ تعینات سے عبارت ہے اور ان تنزیلات خمسہ کو حضرات جنس بھی کہتے ہیں۔

اور جب علم اور خارج میں سوائے ذات باری تعالیٰ اور سوائے واجب جل سلطانہ کی اسما و صفات کے جو ہیں ذات تعالیٰ و تقدس ہیں۔ ان کے نزدیک اور کوئی چیز ثابت نہیں۔ اور انہوں نے صورتِ علمیتہ کو ذی صورت کا عین گمان کیا ہے۔ شے کا شبہ و مثال گمان نہیں کیا۔ نیز اسی طرح اعیان ثابتہ کی صورت منعکسہ کو جتنی ظاہر وجود میں نمود پیدا کیا ہے۔ ان صورتوں کا عین تصور کیا ہے۔ نہ ان کا شبہ تو لازماً اتحاد کا حکم لگا دیا۔ اور ہمہ اوست کا لغوہ بلند کیا۔

یہ مسئلہ وحدت وجود میں شیخ محی الدین ابن عربی کے مذہب کا اجمالی بیان ہی علوم ہیں۔ اور اسی طرح کے دیگر علوم جنہیں شیخ موصوف خاتم الاولیائے کے ساتھ مخصوص جانتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ خاتم النبوت یہ علوم خاتم الاولیائے سے اخذ کرتا ہے۔ اور فصوص کے شارحین اس قول کی تومیرہ میں تلکلمات کرتے ہیں۔

سے فصوص سے شیخ ابن عربی کی مشہور کتاب فصوص الحکم مراد ہے۔



مختصر یہ کہ شیخ موصوف سے پہلے اس گروہ صوفیہ میں سے کسی نے ان علوم و اسرار کیساتھ لب کشائی نہیں کی۔ اور اس بات کو اس طریقہ پر کسی نے بیان نہیں کیا۔ اگرچہ غلباتِ سُکر میں ان سے توحید و اتحاد کی باتیں ظہور میں آئی ہیں۔ اور ”اَنَا اَلْفَنِّ“ اور ”سُجَّانِ“ کے الفاظ صادر ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حضرات اتحاد کی وجہ سے معلوم نہیں کر سکے اور منشا کو نہیں پا سکے۔ پس شیخ اس گروہ کے مقتدرین کی برہنہ اور اس گروہ کے متاخرین کی محبت اور ویسے بنے ہیں۔ تاہم ابھی تک اس مسئلہ کے بہت سے دقائق پوشیدہ ہیں اور نہ ہی اس باب میں مشکل راز ابھی تک مفسرِ شہود پر آئے ہیں۔ البتہ فقیر کو ان کے اظہار کی توفیق ملی ہے۔ اور انکی تحریر سے مبشر ہوا ہے۔ اللہ ہی حق کو حق ظاہر کرتا ہے۔ اور وہی سید سے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔

مخدوم گرامی! واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی صفات ثمانیہ جو اہل حق (اہلسنت) شکر اللہ سعیم کے نزدیک خارج ہیں موجود ہیں۔ ضرور خارج ہیں ذات تعالیٰ و تقدس بے چونی اور بے ہنگونی کی صفت کیساتھ متمیز ہوئی نیز یہ صفات آپس میں بھی بے چونی کی صفت کیساتھ ایک دوسری سے متمیز اور جدا ہوں گی۔ بلکہ بے چونی متمیز مرتبہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس میں بھی ثابت ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ مجہول الکلیفہ و مدت کیساتھ واسع ہے۔ اور وہ تمیز جو ہمارے فہم و ادراک میں آسکتا ہے۔ اس جنابِ قدس سے مسلوب ہے۔ کیونکہ بعض ہونا اور جز جز ہونا وہاں متصور نہیں ہو سکتا اور تحلیل و ترکیب کو حضرت جن سلطانہ میں کچھ دخل نہیں اور علانیت (اس کا کسی میں سران کرنا) اور علانیت (اس میں کسی کا سران کرنا) کی بھی وہاں کچھ گنجائش نہیں۔

مختصر یہ کہ۔ ممکن کی صفات و اعراض میں سے ہے۔ اس جنابِ قدس سے مسلوب ہے۔ اس کی طرح کوئی اس کی شکل نہیں۔ نہ ذات میں نہ صفات میں اور نہ افعال میں۔ اس بے چونی متمیز اور اس بے کیف و مدت کے باوجود واجب تعالیٰ جن سلطانہ کے اسماء و صفاتِ خانہ علم میں بھی تفصیل و تمیز رکھتے ہیں اور منکس ہوئے ہیں اور ہر اسم و صفت متمیزہ کا مرتبہ عدم و ایک مقابل اور ایک نقیض ہے۔ مثلاً صفت علم کا مرتبہ عدم میں ایک مقابل اور نقیض ہے۔ جو عدم علم ہے اور جہے جہل سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور صفت قدرت کا ایک مقابل ہے یعنی مجز جو عدم قدرت کا نام ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ان عداوت متقابلہ نے بھی علم و اجہی جن شانہ میں تفصیل و تمیز پیدا کیا ہوا ہے۔ اور اپنی مقابل صفات و اسماء کا آئینہ بنے ہوئے ہیں۔ اور ان کے عکسوں کے ظہور کے شیشے بنے ہوئے ہیں۔

فقیر کے نزدیک وہ عداوت اسماء و صفات کے ان عکس کیساتھ ممکنات کے متعلق ہیں۔ غایت مافی الہاب اتنی بات ہے۔ کہ وہ عداوت ان ماہیات کے لئے اصول اور مواد کی طرح ہیں۔ اور وہ عکس ان مواد میں حلول کرنے والی صورتوں کی طرح ہیں۔ پس شیخ محی الدین کے نزدیک ممکنات کی حقیقتیں مرتبہ علم میں وہی متمیز اسماء

اور صفات ہیں۔ اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقیقتیں وہ حدمات ہیں۔ جو اسماء اور صفات کی تفسیر ہیں۔ اسماء اور صفات کے ان عکسوں کے ساتھ جہان حدمات کے آئینوں میں خانہ علم میں ظاہر ہوئے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ اور قادر متعال جل سلعانہ نے جب چاہا کہ ان علی ہوتی مہیتوں میں سے وجود علی کے ساتھ جو حضرت وجود کا ہر تو نہیں۔ متعین کر کے موجود خارجی بنادیا۔ مختصر یہ کہ حضرت وجود سے اس علی ہوتی مہیت پر پرتو ڈال کر اسے خارجی آثار کا مہدأ بنادیا۔ پس ممکن کا وجود علم میں اور خارج میں ممکن کی باقی صفات کی حضرت وجود کا پرتو اور اس کے کمالات کا تابع ہے۔ پس ممکن کا علم واجب ثنائی و تقدس کے علم کا پرتو اور ذیل ہے۔ جو اپنے مقابل منکس ہوا ہے۔ اور ممکن کی قدرت بھی فعل ہے کہ تجز میں جو اس کا مقابل ہے منکس ہوا ہے۔ اور اسی طرح ممکن کا وجود حضرت وجود کا فعل ہے۔ جو عدم کے آئینوں میں کہ اس کے مقابلے میں منکس ہوا ہے۔

نیا و دم از خانہ چیرے نخست  
تو دای ہمد چیز و من چیز قسمت  
لیکن فقیر کے نزدیک شے کا کل اس کا عین نہیں ہے۔ بلکہ اس کا شیع اور مثال ہے۔ اور ایک کا ثبوت دوسرے کیلئے متنع ہے۔ پس فقیر کے نزدیک ممکن واجب کا عین نہیں ہے۔ اور ممکن اور واجب کا ایک دوسرے پر عمل کرنا ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن کی حقیقت عدم ہے۔

اور اسماء و صفات کا ہر عکس اس عدم میں منکس ہوا ہے۔ ان اسماء و صفات کا شیع اور مثال ہے۔ نہ کہ ان صفات کا عین۔ لہذا ہمد اوست کا مقولہ درست نہیں ہوگا۔ بلکہ ہمد اوست (درست ہے)۔ کیونکہ ہر چیز اپنی ذات میں ممکن ہے۔ وہ عدم ہے۔ اور شرارت، نقص اور غیث کا مشابہ اور کمالات کی جنس سے جو کچھ ممکن سے پیدا ہوا ہے۔ جیسے وجود اور اس کے قوابل۔ وہ سب کا سب اس حضرت ذات جل سلعانہ سے اسے حاصل ہوا ہے۔ اور اس ذات سبحانہ کا پرتو ہے۔ اس لئے لازماً وہی ذات سبحانہ و ثنائی آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔ اور اس کے ماسوا سب قلعت اور تاریکی ہے کیونکہ قلعت اور تاریکی شے۔ حالانکہ عدم تمام قلعتوں سے جڑ کر قلعت ہے۔ اس بحث کی پوری تحقیق یہی کہ نپا ہے۔ اس مکتوب میں تلاش کریں۔ جو میں نے اپنے مرحوم و مغفور فرزند اعظم کے نام تحریر کیا ہے۔ جس میں وجود کی حقیقت کا بیان اور مہیات ممکنات کی تحقیق سپرد قلم کی ہے۔

میں اپنے گھر سے کوئی چیز لے کر نہیں آیا۔ تو نے ہی تمام چیزیں دی ہیں۔ اور میں خود تیری ایک چیز لے رہا ہوں۔





کرتے ہیں۔ اور یہ فقیر چونکہ ظن کو خارج میں موجود جانتا ہے۔ اس لئے حمل میں جلدی نہیں کرتا۔ ظن سے وجود اصلی کی نفی میں فقیر اور وہ شریک ہیں۔ اور وجودِ حق کے اثبات میں بھی متفق ہیں۔ لیکن یہ فقیر وجودِ ظنی کو خارج میں ثابت تسلیم کرتا ہے۔ اور وہ وجودِ ظنی کو صرف دہم اور تخیل میں گمان کرتے ہیں۔ اور خارج میں احدیتِ لغوہ کے سوا موجود نہیں جانتے۔ اور صفاتِ ثمانیہ کو بھی جن کا وجود اہل سنت و جماعت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی آراء کے مطابق خارج میں ثابت ہو چکا ہے۔ صرف علم میں ثابت کرتے ہیں۔ ظاہری علماء اور وہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے میانِ روی کی دو طرفوں کو اختیار فرمایا ہے اودان دونوں کے درمیان حق کا درمیانہ درجہ اس فقیر کو نصیب ہوا ہے۔ اور توفیقِ ملی ہے۔ اگر وہ لوگ بھی اس خارج کو اس خارج کا ظن پاتے۔ تو عالم کے وجودِ خارجی کا انکار نہ کرتے اور دہم اور تخیل پر کفایت نہ کرتے۔ اور واجبِ الوجود کی صفات کے وجودِ خارجی کا بھی انکار نہ کرتے۔ اور اگر ظاہری علماء بھی اس راز سے آگاہ ہو جاتے۔ تو ہرگز ممکن کے لئے وجودِ اصلی کا اثبات نہ کرتے۔ اور وجودِ ظنی پر اکتفا کرتے۔ اور وہ جو فقیر نے بعض مکتوبات میں لکھا ہے۔ کہ ممکن پر وجود کا اطلاق بطریقِ حقیقت ہے۔ نہ بطریقِ مجاز۔ تو یہ بات اس تحقیق کے منافی نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن خارج میں وجودِ ظنی کے ساتھ بطریقِ حقیقت موجود ہے۔ نہ دہم اور تخیل کے طور پر۔ جیسا کہ ان کا گمان ہے۔

صاحبِ فتوحاتِ مکیہ نے ایمانِ ثابِتہ (صوَرِ علیہ) کو وجود اور عدم کے درمیانِ برزخ کہا ہے۔ پس اس کے طہ کے مطابق عدم بھی حقائقِ ممکنات میں داخل ہے۔ پس اس تحقیق اور اس قول کے درمیان کیا فرق ہوگا؟

برزخ اس اعتبار سے کہا کہ صوَرِ علیہ کی دو جہتیں ہیں۔ ایک جہت ثبوتِ علمی کے واسطے سے **جواب** وجود سے تعلق رکھتی ہے۔ اور ایک جہت عدمِ خارجی کے واسطے سے عدم سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ ایمان نے اس کے نزدیک وجودِ خارجی کی بُو بھی نہیں سونگھی۔ اور وہ عدم جو اس تحقیق میں میں درج ہوا ہے۔ دوسری حقیقت رکھتا ہے۔ اور اسی طرح وہ جو بعض بزرگوں کی عبارتوں میں جن میں عدم کا اطلاق ممکن پر ہوا ہے۔ اس سے معدومِ خارجی مراد ہے۔ نہ وہ عدم جس کی تحقیق منہجہ بالا عبارت میں ہوئی ہے۔ اور جو ملحد ذات ان اسماء و صفات سے جنہوں نے علم میں تفصیل اور تمیز حاصل کیا ہے۔ اور عداوت کے آئینوں میں منکس ہو کر حقائقِ ممکنات قرار پائے ہیں۔ "وارد الیہ" ہے۔ پس عالم کے ساتھ اس ذات سبحانہ کی کسی طرح بھی کوئی مناسبت نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اس ذات سبحانہ کو عالم کے ساتھ عین اور متحد قرار دینا بلکہ منسوب کرنا اس فقیر پر بہت گراں گزرتا ہے۔



اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ جَنَّتِمْ یَارَبِّ  
سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّتِ مَعَا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ  
لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ  
وَسَلَامٌ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ

## مکتوب نمبر ۲

میر شمس الدین علی غلانی کی طرف ماسد فرمایا

اس بیان میں کہ اس کی بند ذات کا مرتبہ اور اس ذات سبحانی کی صفات کا مرتبہ وجود اور وجوب

کے اعتبار سے اوپر ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلٰمٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلٰمٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلٰمٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلٰمٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلٰمٌ  
فرمایا تھا۔ پہنچا۔ اور بہت فرحت کا باعث ہوا۔ دینی بھائیوں کی کثرت آخرت میں بہت سی امیدوں کا ذریعہ  
ہے۔ "اے اللہ ہمارے دینی بھائیوں کو زیادہ کر اور ہمیں اور ان کو مستند المرسلین علیہ وعلیہم من الصلوٰۃ  
والسلام ومن التسلیمات املکھا کی متابعت پر ثبات رکھ سے

اثر ہر چہ سے رو و سخن دوست خوشتر است

اے محبت کے نشانات دے! واجب تعالیٰ اور واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی سات یا آٹھ صفات  
مختلف آرا کے مطابق جو صفات حقیقہ ہیں۔ خارج میں موجود ہیں اور اہل حق شکوہ اللہ تعالیٰ مَغِیْبُہُمْ کے  
سوا مخالف فرقوں میں سے کوئی ایک بھی واجب تعالیٰ جن صفات کی صفات کے وجود کا قائل نہیں ہے۔ حتیٰ کہ  
اہل حق میں سے متاخرین صوفیہ بھی وجود صفات کے منکر ہوئے ہیں اور صفات کی زیادتی کو علم کی طرف لٹاتے  
ہوئے کہتے ہیں۔

لے یارب وہ تو وہ میں اور میں اس طرح ہوں۔

لے دوست کی بات جس طرف سے بھی مانی دے۔ بہت اچھی لگتی ہے۔

از روئے نقل ہمہ غیر اند صفات با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

اور حق یہ ہے کہ اہل حق کی بات ہی برحق ہے۔ اور نبوت کے سینہ سے حاصل کی ہوئی چیز ہے۔ اور کشف و فراست کے نور سے اس کی تائید ہو چکی ہے۔ غایت مافی الالباب، اتنی بات ہے کہ صفات کو موجود، ماننے کی صورت میں مخالفین جو اعتراض کرتے ہیں۔ وہ بڑا قوی ہے۔ کیونکہ صفات اگر موجود ہوں گی۔ تو خالی نہیں ہیں۔ یا ممکن ہوں گی یا واجب لذاتہ۔ امکان حدوث اور فنا کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک ہر ممکن حادث ہے۔ اور بہت سے واجب لذاتہ تسلیم کرنا توحید کے منافی ہے۔ اور نیز امکان کی صورت میں صفات کا ذات تعالیٰ و تقدس سے جہاز انفکاک لازم آتا ہے۔ اور یہ معنی واجب تعالیٰ و تقدس کے لئے جہل و درجہ کے جواز کا موجب ہے۔ اس اشکال کا حل جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا۔ یہ ہے۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنی ذات کے ساتھ موجود ہے۔ نہ کہ وجود کے ساتھ۔ چاہے وجود عین ذات ہو یا ذات سے نائد۔ اور واجب تعالیٰ کی صفات اس کی بلند ذات کے ساتھ موجود ہیں۔ نہ وجود کے ساتھ۔ کیوں کہ وجود کی اس مقام میں گہنائش نہیں۔

شیخ علاؤ الدین نے اس مقام کی طرف اشارہ فرمایا۔ جہاں آپ نے فرمایا۔ کہ ملک و دود (ذات حق) کا عالم، عالم وجود سے اوپر ہے۔ لہذا امکان و وجوب کی نسبت بھی اس مقام میں متصور نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ امکان اور وجوب مابین اور وجود کے درمیان نسبت کا نام ہے۔ تو جہاں وجود ہی نہ ہو۔ وہاں نہ امکان ہو گا اور نہ وجوب۔ یہ معرفت نظر و فکر کے مقام سے وراہ ہے۔ عقل کی رسی میں بندھے ہوئے ہو۔ لوگ اس معرفت کو کیا پا سکتے ہیں۔ اور انکار کے سوا ان کے سامنے میں کیا آ سکتا ہے۔ مگر جسے اللہ سبحانہ و تعالیٰ محفوظ رکھے۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ سیادت پناہ میر سید محب اللہ کچھ عرصہ تک یہاں رہے ہیں۔ اب آپ کی طرف آرہے ہیں۔ ان کی صحبت اور خدمت کو فیضیت جانیں

وَالسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلٰی اٰمِنٍ لَّدٰیْكُمْ

لے نقل اور علم کی رو سے تمام صفات ذات کا میر ہیں اور تحقق کی رو سے سب عین ہیں۔



## مکاتبات نمبر ۳

مخدوم زادہ، محتاج و معارف آگاہ، مظہر فیض الہی، خواجہ محمد سعید شکر اللہ تعالیٰ کی طرف صلوات  
 اس بیان میں کہ آفاق و انفس (یعنی انسان کی اندرونی اور بیرونی  
 دنیا) کا معاملہ خلال میں داخل ہے۔ اور ولایت صغریٰ و  
 کبریٰ کا بیان اور کمالات نبوت اور تعالیٰ افعال کی حقیقت  
 جس کے متعلق بعض صوفیہ کے نزدیک قرار پادے کہ وہ نفس  
 نفس حق کا نکل ہے۔ عین فعل صفات و ذات تعالیٰ تک اس  
 کی کہاں رسائی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ  
 الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَکَہٗ عَلَیْہِا رِہِمَ الَّذِیْنَ اَصْطَلٰہِ  
 جو کچھ آفاق اور انفس کے آئینوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ وارغ غلیت سے داغدار ہے۔ اس لئے  
 وہ نفی کرنے کے لائق ہے۔ تاکہ اصل کا اثبات کیا جاسکے۔ اور جب معاملہ آفاق اور انفس سے  
 آگے گزر گیا۔ تو غلیت کی قید سے چھوٹ گیا۔ اور تعالیٰ فعل و صفت میں شروع ہونا میسر آ گیا۔  
 اور معلوم ہو گیا۔ کہ اس سے قبل جس تعالیٰ نے بھی ظہور کیا تھا۔ آفاقی اور انفسی سیر میں اگرچہ اس سے  
 تعالیٰ ذات ہی خیال کریں۔ سب فعل اور صفت کے خلال سے تعلق رکھتا تھا۔ نہ کہ نفس فعل و صفت  
 کے ساتھ۔ ذات تعالیٰ و تقدس تک پہنچا کتب۔ اس لئے کہ غلیت کا دائرہ انفس کی نہایت  
 کے ساتھ مشہی ہو جاتا ہے۔ پس جو کچھ آفاق اور انفس میں ظاہر ہوتا ہے۔ اس دائرے میں داخل  
 ہے۔ اور صفات بھی اگرچہ حقیقت میں حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے خلال میں۔ تاہم دائرہ  
 اصل میں داخل ہیں۔ اور اس مرتبہ کی ولایت اصلی ہے بخلاف مرتبہ سابق کی ولایت کے۔ جو  
 آفاق اور انفس سے تعلق رکھتا ہے۔ کیونکہ وہ غلیتی ولایت ہے۔ دائرہ غل کے مشہی لوگوں کیلئے  
 تعالیٰ برقی جو مرتبہ اصل سے پیدا ہوتی ہے حاصل ہے۔ جو ایک گھڑی بھر کیلئے آفاق اور انفس کی  
 قید سے آزاد کر دیتی ہے۔ اور وہ جماعت جو دائرہ آفاق اور انفس سے آگے نکل گئی۔ اور غل سے  
 اصل تک پہنچ گئی۔ یہ تعالیٰ برقی ان کے حق میں دائمی ہے۔ کیونکہ ان بزرگوں کی جائے سکونت  
 اور جائے پناہ دائرہ اصل ہے۔ جس سے تعالیٰ برقی پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ ان بزرگوں کا معاملہ غلیت

اور ظہورات سے اوپر ہے۔ اس لئے کہ ہر تجلی اور ظہور جس مرتبے سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ شائبہ  
 وحییت سے باہر نہیں ہے۔ اور اصل الاصول کی گرفتاری نے ان کو ظل سے فارغ کر دیا ہے۔ اور یہ  
 لوگ نگاہ کی کجی سے چھوٹ گئے ہیں۔ ولایتِ ظلی میں جو ولایتِ صغریٰ ہے۔ نہایت کمالِ تجلی برقی کا  
 حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ تجلی برقی ولایتِ کبریٰ میں پہلا قدم ہے۔ جو ولایتِ انبیاء ہے۔ (علیہم  
 الصلوٰۃ والتسلیمات) اور ولایتِ صغریٰ ولایتِ اولیاء ہے۔ (قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم) یہاں  
 سے ولایتِ اولیاء اور ولایتِ انبیاء صلوٰۃ اللہ تعالیٰ و تسلیما تم سبحانہ علیہم کے درمیان فرق،  
 معلوم کرنا چاہیے۔ کہ اس ولایت کی نہایت اس ولایت کی ابتدا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات  
 کی بقوت کے کمالات کے ہر عین کی لب کشائی کرے۔ جب کہ نبوت کی ابتدا ولایت کی انتہا ہے۔ شاید  
 حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی  
 ولایت سے حصہ پایا تھا اسی بناء پر آپ نے فرمایا کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں۔ یہ فقیر  
 قدر جانتا ہے۔ کہ نقشبندی نسبت اور حضور جب کمال کو پہنچتا ہے۔ تو ولایتِ کبریٰ سے مل جاتا ہے۔  
 اور اس ولایت کے کمالات سے وافر حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ بخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ان کے کمال  
 کی نہایت تجلی برقی تک ہے۔

جانتا چاہیے۔ کہ جو سیرِ آفاق اور انفس کی سیر کے بعد میسر آتی ہے۔ وہ حق سبحانہ و تعالیٰ کی اقربت  
 میں سیر ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس بلند ذات کا فعل ہم سے ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔ اسی طرح  
 اس بلند ذات کی صفت ہم سے اور اس بلند ذات کے فعل سے ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اس  
 کی بلند ذات ہم سے اور اس ذات سبحانہ کا فعل اور اس کی صفت ہمارے زیادہ نزدیک ہے۔ ان  
 مراتب میں سیر اقربت میں سیر ہے۔ تجلی فعل، تجلی صفت اور تجلی ذات کی حقیقت اسی مقام میں  
 ثابت ہوتی ہے۔ اور وہم کی سلطنت اور دائرہ خیال سے اسی جگہ آکر نبات حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے  
 کہ وہم و خیال کی سلطنت کے لئے آفاق و انفس کے دائرہ سے باہر حکومت اور تصرف میسر نہیں ہے۔  
 وہم کی نہایت ظل کی نہایت تک ہے۔ جس جگہ ظل نہیں ہوگا۔ وہاں وہم بھی نہیں ہوگا۔

پس ناچار ولایتِ ظلی میں وہم سے خلاصی اور نبات موت کے بعد میسر آتی ہے۔ کیونکہ وہم عدم  
 کی طرف رخ کر لیتا ہے۔ اور ولایتِ اصلی میں جو ولایتِ کبریٰ ہے، وہم و خیال کی قید سے اسی دنیا  
 میں نبات حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہم کے ہوتے ہوئے بندہ اس کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ جو کچھ  
 پہلے گردہ کو دارِ آخرت میں حاصل ہوگا۔ اس دوسرے گردہ کو اسی جگہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ولایتِ ظلی



میں اس دنیا کے اندر اپنے وہم و خیال سے تراشی ہوتی باتوں کے سوا مطلوب کا حصول نہیں ہوتا۔ اور ولایت اصلی میں مطلوب وہم کی تراش کے نقص سے منزہ اور مبرا ہے۔

شاید مولانا روم قدس سرہ حیطہ وہم اور قید خیال سے تنگ آکر موت کی آرزو کرتا ہے تاکہ مطلوب کو وہم و خیال کے لباس میں سے بالکل برہنہ اپنی آغوش میں کھنکھ سکے۔

اور موت کے بارے میں کسی کو اپنے متعلق دعا عافیت سے منع کرتے ہوئے فرماتے ہیں

من شوم عزیزی زن و از خیال تا خرامم در نہایات انوصال

یہ بات سنو۔ کہ وہ جو ہم نے کہا ہے۔ کہ آفاق و انفس میں افعال اور صفات کے ظلال کی تقلیات ہیں۔ نہ نفس افعال و صفات کی تقلیات۔ اس کا بیان یوں ہے۔ کہ تکوین صفات حقیقیہ میں سے ہے جیسا کہ علماء ماترید یہ کا مذہب ہے۔ (شکر اللہ تعالیٰ سبحانہ) صفات اضافیہ میں سے نہیں جیسا کہ اشاعرہ کا گمان ہے۔ اس صفت میں دوسری صفت کی نسبت چونکہ رنگ اضافت غالب ہے۔ اس بناء پر انہوں نے اسے صفات اضافیہ میں سے گمان کر لیا۔ لیکن حقیقہ بات یہ نہیں۔ بلکہ یہ صفت صفات حقیقیہ میں سے ہے۔ جس کے ساتھ رنگ اضافت کی حادث ہو چکی ہے۔ اور یہ صفت تکوین جو سب سے پہلی صفت ہے۔ صفات عالیہ کا رنگ رکھتی ہے۔ مثلاً کچھ حصہ علم اور حیات سے رکھتی ہے۔ اور کچھ قدرت و ارادہ سے بھی رکھتی ہے۔ اور اس صفت تکوین کی جزئیات ہیں۔ جو فی الحقیقت اس کے ظلال ہیں۔ جیسے، تخلیق، تزیین، احیاء و امات، انعام اور ایلام و غیرہ اور یہ جزئیات افعال میں داخل ہیں۔ جو حقیقتاً اس صفت کے ظلال ہیں۔ اور صفات حقیقہ کے دائرہ سے باہر ہیں۔ اور اس فعل کے دور رخ میں ایک رخ غافل سے متعلق ہے۔ اور دوسرا مفعول سے۔ اور یہ دونوں جہتیں نظر کشی میں ایک دوسری سے امتیاز رکھتی ہیں۔ پہلی جہت بلند ہے اور دوسری پست۔ نیز جہت اول دیکھنے میں اصل کی طرح ہے۔ اور دوسری جہت اس اصل کے نکلنے کی طرح دکھائی دیتی ہے۔

نیز پہلی جہت وجوب کا رنگ رکھتی ہے۔ اور دوسری جہت امکان کا رنگ۔ یہ دوسری جہت غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام یعنی اولیاء و کرام اور ساری مخلوق کے تقیفات کے مبادی ہیں۔

حق جل سلعانہ کا یہ فعل چونکہ وجہتوں کے اعتبار سے وجوب کا رنگ بھی رکھتا ہے۔ اور امکان کا رنگ بھی اس لئے ہر صورت ممکن ہوگا۔ کیونکہ واجب اور ممکن سے ترکیب پانے والی شئی ممکن ہوتی ہے

میں نہیں اور خیال سے برہنہ ہو جاؤں۔ تو پھر بھی وصال کی نہایتوں میں شہل سکتا ہوں۔



اور نیز یہ فعل جب کہ جہت فوقانی کے اعتبار سے قدم کی طرف رُخ رکھتا ہے۔ اور جہت تحتانی کے اعتبار سے حدوث میں بھی قدم رکھتا ہے۔ لہذا لازماً حادث ہوگا۔ کیونکہ قدیم اور حادث سے مرکب حادث ہوتا ہے۔ اور وہ جماعت جس نے حق جل شانہ کے فعل کو قدیم کہا ہے۔ وہ جہت اوئی کی رُو سے ہے۔ اور جس دوسری جماعت نے اُسے حادث جانا ہے۔ ان کا یہ خیال دوسری جہت کے اعتبار سے ہے۔ پہلے گروہ کی نظر بلند ہے۔ اور دوسرے گروہ کی پست۔ اگرچہ دونوں گروہ اس بارے میں حق سے ہٹ کر دو طرفوں میں ہو گئے ہیں۔ اور حق متوسطہ ہے۔ جس کے ساتھ اس فقیر کو ممتاز کیا گیا ہے۔

ذَاكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ

اسی طرح کی تحقیق صفات حقیقہ کے متعلق بعض مکاتیب میں بیان ہو چکی ہے۔ وہاں سے مطالعہ کر لیں۔ جانتا چاہیئے۔ کہ فعل میں جہت ثانی خلق خاص سے عبارت ہے۔ جس نے زید سے تعلق پکڑا ہوا ہے۔ اور یہ زید کا پیدا کرنا مطلق جزئیاتِ خلق کی گویا ایک جزئی ہے۔ اور یہ خلق خاص جو زید سے متعلق ہے۔ اس کی بھی بہت سی جزئیات ہیں۔ جیسے ذاتِ زید کی پیدائش۔ صفاتِ زید اور افعالِ زید کی پیدائش۔ اور خلقِ زید کی یہ جزئیات مطلق ذاتِ زید کی جو گویا کلی ہے۔ ظلال میں۔ اور فعلِ زید کی خلق کیلئے بھی ایک نفل اور مظہر ہے۔ اور وہ کسبِ زید ہے جس نے فعل سے تعلق پکڑا ہے۔ زید اس کسب کو اپنے باپ کے گھر سے منیں لایا۔ بلکہ اس کا کسب خلقِ حق جل و علا کا ہر تو ہے۔ پس ان معارف سے معلوم ہو گیا کہ نفل کا فعل تکوین ہے۔ اور فعل کی جہت ثانی جہتِ اوئی کا نفل ہے۔ جیسا کہ تحقیق کی جا چکی ہے۔ اور جہتِ ثانی کا بھی ایک نفل ہے۔ جسے خلقِ زید کہتے ہیں۔ اور خلقِ زید کا پھر ایک نفل ہے۔ جو خلقِ فعلِ زید ہے۔ اور اس نفل کا پھر ایک نفل ہے۔ جو کسبِ زید ہے۔ جب یہ معلوم تو نے جان لئے تو یہ بھی جان لے۔ کہ سلوک کے وقت سالکوں کی نظر میں مثلاً کسبِ زید کی نسبت جب زید سے منتفی ہو جاتی ہے۔ اور اس کی اصنافِ زید سے نائل ہو جاتی ہے۔ تو سالک حضرات ناچار اس فعل کا فاعل حق تعالیٰ و تقدس کو جانتے ہیں۔ بلکہ مخلوق کے افعال متکثرہ متباینہ کو ایک فاعل کا فعل پاتے ہیں۔ اور اس معنی کے ظہور کو قبلی افعال گمان کرتے ہیں۔

انصاف کرنا چاہیئے کہ یہ قبلی، فعلِ حق تعالیٰ سبحانہ کی قبلی ہے۔ یا اس فعل کے ظلال میں سے کسی نفل کی قبلی ہے۔ جس نے کئی مراتب تشریف کر کے غلیظیت کا اسم پایا ہے۔ فعل کی قبلی پر دوسری تجلیات (ذات و صفات کی تجلیات) کو قیاس کرنا چاہیئے۔ کہ ظلال میں سے ایک نفل پر کفایت



کرتے ہوئے اصل گمان کر لیا ہے۔ اور لوگ اکھروٹ و منقا (حقیر چیزوں) کے ساتھ آرام پکڑ چکے ہیں جانتا چاہیئے کہ وجوب وجود چونکہ ایک نسبت و اضافت ہے۔ اس لئے اس کا وجود لازماً مرتبہ فعل میں ہی ہوگا۔ اور جب کہ یہ نسبت عالم کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتی۔ بلکہ صانع عالم تعالیٰ و تقدس کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس لئے فعل کی وجہاً و فی کے ساتھ جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ مناسب ہے۔

اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے۔ کہ وجوب مرتبہ ذات و صفات تعالیٰ و تقدس میں ثابت نہ ہو۔ اور اس بلند اور پاک ہستی کی ذات و صفات کو واجب نہ کیا جائے۔ پس حضرت ذات اور اس کی صفات سے وجود مسلوب ہوگا۔ جس طرح کہ امکان اور امتناع اس بلند ذات سے مسلوب ہے لہذا ایک چوتھی قسم وجوب، امکان اور امتناع کے سوا پیدا ہو گئی۔ حالانکہ ان مذکورہ تین اقسام میں حصر عقلی ثابت ہو چکا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ انحصار مابینت کے لئے اس کے وجود کی نسبت سے ہے۔ وجوب مابینت کی وجہ کی طرف نسبت ثابت نہیں۔ قواعد مابینت بھی ثابت نہ ہوا۔ جس طرح کہ ذات واجب تعالیٰ اور اس پاک ذات کی صفات میں ہے۔ اس لئے کہ اس کی بلند ذات بذاتہ موجود ہے۔ وجود کے ساتھ موجود نہیں وجود کو عین ذات کہیں یا زائد علی الذات۔ اور اس کی صفات بھی اس کی ذات سبحانہ کے ساتھ موجود نہیں۔ بغير اس بات کے کہ ان میں وجود و ظل انداز ہو۔ تو اس سبحانہ و تعالیٰ کی ذات اور صفات ان تینوں مضمرہ اقسام سے بلند و بالا ہیں۔ غایۃ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جب اس کی بلند ذات اور اس پاک ہستی کی صفات کا مختلف وجہ اور اعتبارات سے تصور اور تعقل کیا جائے۔ کہ اس کی نفس حقیقت کے تصور کا کوئی راستہ نہیں۔ تو اس کی ذات سبحانہ کے لئے وجود تصور غلطی میں وجوب عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ اس کی بے نیاز ذات کے لئے وہی مناسب اور لائق ہے۔ اور اس سبحانہ کی صفات کو وجود ذہنی میں امکان عارض ہوتا ہے۔ جیسا کہ اُن کے لئے مناسب ہے۔ کیونکہ وہ ذات کی طرف محتاج ہیں۔ تو اس بلند ہستی کی ذات اور اس کی صفات اپنی حد ذات میں مرتبہ وجوب اور امکان سے بلکہ مرتبہ وجوب سے بھی اوپر ہیں۔ اور وجود تصور ہی نفسی کے اعتبار سے وجوب اس کی بلند ذات کے لئے مناسب ہے۔ اور امکان اس ذات تعالیٰ و تقدس کی صفات کے مناسب۔ تو اس کی بلند صفات وجود ذہنی کی حیثیت سے نہ واجب ہیں اور نہ ممکن۔ بلکہ وہ وجوب اور امکان سے اوپر ہیں۔ اور وجود ذہنی کے اعتبار سے ممکن ہیں۔ لیکن اس امکان سے حدوث لازم نہیں آتا۔ کیونکہ وہ امکان ان کی ذات کے لئے نہیں

جیسا کہ ممکنات کے لئے ہے۔ بلکہ صفات کے وجودات غلبہ کے لئے ہے۔

اور اس معرفت کے مناسب ہے۔ وہ بات جو ارہاب معقول نے کہی ہے۔ اور کلیت اور برزیت  
ماہیت کو وجود ذہنی کی خصوصیت کے اعتبار سے عارض ہوتی ہے۔ لہذا وجود خارجی کی حالت میں ماہیت  
کو ان دونوں کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا۔ پس زید جو خارج میں مثلاً تعقل سے پہلے موجود ہے۔  
جزئی نہیں ہے۔ جس طرح وہ کلی بھی نہیں ہے۔ بلکہ جزئیت اُسے وجود ذہنی تعلق کے بعد عارض ہوئی ہے  
بلکہ ہم کہتے ہیں۔ کہ تمام نسبتیں، اضافیتیں احکام اور اعتبارات جو اس کی بلند ذات پر معمول ہوتے ہیں جیسے  
الوہیت، ربوبیت، اقلیت، اور ازلیت یعنی وہ تمام چیزیں جو آٹھ موجود صفات کے علاوہ ہیں۔  
وہ اس ذات سبحانہ پر تصور اور تعقل کے اعتبار سے صادق آتی ہیں۔ ورنہ ذات بن خلیفہ ذات  
کسی صفت کے ساتھ موصوف نہیں۔ اور نہ کسی اسم کے ساتھ موصوف ہے۔ اور نہ کسی حکم کی محکوم ہے۔  
پس صاحب شرع نے اس کی ذات پر جن اسماء اور احکام کا اطلاق کیا ہے۔ وہ مناسب اور تشابہ کے  
اعتبار سے ہے۔ تاکہ مخلوق کے افہام کے قریب ہو جائے۔ اور ان کی عقل کے مطابق ان کے ساتھ گفتگو  
ہو۔ جس طرح زید کے لئے جو خارج میں موجود ہے۔ بغیر ذہن میں وجود ملاحظہ کرنے کے بیشک وہ تشبیہ  
اور تنظیر کے لحاظ سے جزئی ہے۔ اور ان کا زید کے لئے جزئیت کا حکم کرنا ان کے حکم کے ساتھ بہت مناسب  
اور بہت مشابہ ہے۔ کہ وہ کلی ہے۔ تو اسی طرح غنی اور بلند ذات پر وجوب کا حکم کرنا۔ امکان اور  
اقتناع سے بہت اولیٰ اور مناسب ہے۔ ورنہ اس کی جناب قدس کی طرف نہ وجوب پہنچ سکتا ہے  
اور نہ وجود۔ جس طرح کہ اس کی بلند اور منزہ ذات کے لئے امکان اور اقتناع بھی لائق نہیں اس شریف  
اور پاک معرفت کو سمجھنے۔

کیونکہ اس کی بلند و پاکیزہ ذات و صفات کے علم کا حق سر ہے۔ اور عظیم اور بڑے لوگوں میں سے  
کسی نے بھی یہ باتیں بیان نہیں کیں۔ اس معرفت کے ساتھ اللہ سبحانہ نے اسی بندے کو برگزیدہ فرمایا  
ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَشْبَحَ الْمُلُحِّ

مکتوب نمبر ۴

سیادت آب میر محمد نعمان کی طرف سے اور فرمایا



اس بیان میں کہ علم الیقین، حین الیقین، حق الیقین، جسے بعض صوفیہ نے بیان کیا ہے۔ یہ تینوں اقسام فی الحقیقت علم الیقین کے تین اجزاء کے دو جزو ہیں۔ اور علم الیقین کا ایک جزو ابھی تک باقی ہے۔ تو حین الیقین اور حق الیقین تک کیسے پہنچا جاسکتا ہے۔ اور اس امر کا بیان کہ ان علوم

۱۵۱ اس ہزار سال کا مجدد ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ سَكَدَ رُكْنًا عِصَا دِيْنِ الَّذِيْنَ اَصْلَعْنِيْ

مدت ہوئی ہے۔ کہ آپ نے اپنے حالات خیر مآل سے مطلع نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ سے تمہاری سلامتی اور استقامت کی دعا ہے۔

یہ بات جان لیں۔ کہ علم الیقین علامات قدرت کے مشابہہ سے عبارت ہے۔ جن سے یقین علمی کا فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ شہود فی الحقیقت استدلال ہے اثر سے مؤثر کی طرف۔ پس آفاق و انفس کے آئینوں میں جو کچھ بھی تجلیات اور ظہورات دکھائی دیتے ہیں۔ سب اثر سے مؤثر کی طرف استدلال کے قبیلہ سے ہیں۔ اگرچہ ان تجلیات کا تجلیات ذاتیہ نام رکھ لیں۔ اور ان ظہورات کو بے کیف کہیں۔ اس لئے کہ شے کا کسی آئینے میں ظہور اس شے کے آثار میں سے کسی اثر کا ظہور ہے۔ نہ کہ حین اس شے کا حصول۔ اس لئے پوری کی پوری سیر آفاقی اور انفسی علم الیقین کے دائرہ سے قدیم باہر نہیں نکال سکتی۔ اور اس کا حقد صرف اثر سے مؤثر کی طرف استدلال ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

سُورَةُ نَبَاٍ اَيَّاكُنَا فِي الْاَفَاقِ وَ فِي الْفُشَيْمِ  
حَقًّا يَتَّبِعُنَ لَهُمُ اَنَّهُ الْخَقُّ  
عنقریب ہم انہیں آفاق اور ان کے انفس میں  
میں اپنی نشانیاں دکھائیں گے۔ تاکہ ان پر واضح  
ہو جائے کہ وہی حق ہے۔ (آیتہ المکریمہ)

دوسرے صوفیہ نے سیر آفاقی کو علم الیقین سے خیال کیا ہے اور حین الیقین اور حق الیقین کو سیر انفسی میں میں ثابت کیا ہے۔ اور انفس سے باہر کی سیر کا ذکر نہیں کیا۔

اَلْاِشْاَنْدُ مِنْ جَنِيْنٍ يَارَبِّ

(میر تقی عثمان صاحب) یہ جان لیں کہ حق سبحانہ و تعالیٰ خود بندے سے بھی بندے کے زیادہ نزدیک ہے۔ پس بندے سے حق جل و علا تک جانب اقربت میں ایک اور سیر درکار ہے۔ کہ وصول اس سیر کے طے کرنے کے

۱۵۲ پارہ الکیب بؤڈ، سورہ حسم سجدہ

۱۵۳ یاد رہے کہ قرآن میں تو اس طرح بھی نہیں۔

ساتھ وابستہ ہے۔ یہ تیسری سیر بھی فی الحقیقت علم الیقین کو ثابت کرتی ہے۔ یہ اگرچہ دائرہ ظلیت سے باہر ہے۔ تاہم شائبہ ظلیت سے پاک اور خبرائیں ہیں۔ اس لئے کہ اسما و صفات واجب جن سے نہ فی الحقیقت حضرت ذات تعالیٰ و تقدست کے خلاف ہیں۔ اور جس جگہ بھی ظلیت کی ملاوٹ ہو وہ آثار و آیات میں داخل ہے۔

پس انہوں نے علم الیقین کی تین سیروں میں سے صرف ایک سیر کو علم الیقین کے ساتھ خاص کیا ہے اور اس کی سیر دوم کو عین الیقین اور حق الیقین کا حاصل کرنے والا قرار دیا ہے۔ اور تیسری سیر کے بارے میں لب کشائی نہیں کی۔ تاکہ علم الیقین کا دائرہ مکمل ہو۔ عین الیقین اور حق الیقین ابھی درپیش ہیں۔

### قیاس کن ز گلستان من بہار

(اور یہ فقیر) عین الیقین اور حق الیقین کے متعلق کیا عرض کرے۔ اور کچھ عرض کرے بھی تو اسے کون سمجھے گا۔ اور کون پاسے گا اور کیا پاسے گا۔ یہ معارف دائرہ ولایت سے خارج ہیں۔ اور باب ولایت علماء ظواہر کی طرح ان کے ادراک سے عاجز ہیں۔ اور ان کے حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔ یہ علوم انوار نبوت علی اربابہا القلوۃ والسلام والنجیۃ کے سینہ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ جو دوسرے ہزار کے آغاز کے بعد تعینیت اور وراثت کے طور تازہ ہوئے۔ اور پوری تازگی کے ساتھ ظہور پذیر ہوئے ہیں۔ ان علوم و معارف والا اس ہزار سال کا مجدد ہے۔ جیسا کہ اس کے علوم و معارف میں جو ذات و صفات اور افعال سے تعلق رکھتے۔ اور جہاں جہاں مواجید، تخلیقات، اور ظہورات سے متعلق ہیں، دیکھنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تو صاحب نظر لوگ جانتے ہیں کہ یہ معارف اور علوم علماء کے علوم اور اولیاء کے معارف سے وراہیں۔ بلکہ ان کے علوم ان علوم کی نسبت چمکا ہیں۔ اور وہ معارف اس چمکے کا مغز ہیں۔ اور اللہ سبحانہ ہی ہدایت دینے والا ہے۔

اور جان لیں۔ کہ ہر سو سال پر ایک مجدد گزرا ہے۔ لیکن سو سال کا مجدد اور ہے۔ اور ہزار سال کا مجدد تو جس طرح سو اور ہزار میں فرق ہے۔ ان دونوں مجددوں میں بھی اسی طرح فرق ہے۔ بلکہ اس سے زیادہ۔ اور مجدد وہ ہوتا ہے۔ کہ فیوض و برکات میں سے جو کچھ اس مدت میں مٹیوں کو پہنچتا ہے۔ اس کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ اگرچہ اس وقت کے قلب اور اوقات ہوں۔ اور ابدال و نبیا ہوں۔

خاص کند بندہ معلومت عام را

سے میرے بارے میں ہر ایک کا اندازہ کرو سے معلومت عام کی خاطر اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ناس کرتا ہے۔



وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَانْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ  
الصَّلَواتِ وَالسَّلَامَاتِ الْعُلَى وَعَلَى جَمِيعِ اخْوَانِهِ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ  
وَالْمُرْسَلِينَ وَالْمَلَائِكَةِ الْمُقَرَّبِينَ وَبِإِذْنِ  
اللَّهِ الصَّالِحِينَ  
أَجْمَعِينَ

بسم اللہ

## مکتوب نمبر ۵

میر شمس الدین علی غفاری کی طرف سے ارسال

اس بیان میں کہ اس بلند ذات کی صفات کے دو اعتبار ہیں۔ ۱۔ اعتبار اول ان کا حصول فی انفسہ ہے۔ اور  
دوسرا ان کا ذات کے ساتھ قیام ہے۔ اور دونوں اعتبار خارج میں متمیز ہیں۔

أَلْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

مخدوم و محترم! واجب تعالیٰ جن سلطانہ کی صفات جو موجود ہیں۔ اور اس بلند اور پاک ذات کے ساتھ  
قائم ہیں۔ دو اعتبار رکھتی ہیں۔ ۱۔ اعتبار اول یہ کہ وہ اپنی ذات کی حد میں موجود ہیں۔ اور دوسرا اعتبار یہ کہ واجب  
تعالیٰ و تقدس کی ذات کے ساتھ قائم ہیں۔ ۱۔ اعتبار اول سے عالم کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔ اور تعینات  
کے مہلکی ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے عالم سے بے نیاز ہیں۔ اور عالم اور عالم والوں کی طرف ان کی کچھ توجہ  
نہیں۔

نیز نظر کشنی میں اعتبار اول کے لحاظ سے ذات تعالیٰ و تقدس سے جدا دکھائی دیتی ہیں۔ اور ذات تعالیٰ  
و تقدس کا اثبات ان کے سوا دکھائی دیتا ہے اور دوسرے اعتبار سے اس طرح نہیں ہیں اور نہ ذات سے ان کا  
الگ ہونا منظور ہو سکتا ہے۔

اور نیز اعتبار اول کے لحاظ سے صفات ذات تعالیٰ و تقدس کا محاب ہیں۔ اور دوسرے اعتبار سے ان کے  
محاب ہونے کی حیثیت نہیں پائی جاتی۔ جس طرح سفیدی جو کپڑے کے ساتھ قائم ہے۔ کپڑے کے لئے۔  
محاب نہیں ہے۔ غایتہ مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ سفیدی حصول نفسی اور حصول قیامی دونوں اعتبار سے

کپڑے کی ذات کے لئے حجاب نہیں ہے۔ اگرچہ محسوس سفیدی ہوتی ہے۔ لیکن حجاب ہونے کی صفت نہیں  
 پائی جاتی بخلاف واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات کے۔ کہ وہ پہلے اعتبار سے حجاب بنتی ہیں۔ اور دوسرے اعتبار  
 سے حجاب نہیں بنتیں۔ اور ان دونوں اعتباروں میں فرق پایا جاتا ہے۔ اُسے صورتِ اخیاں نہ کریں۔ اس فقیر نے  
 جذبِ قوی اور تیز سیر کے باوجود ان دونوں اعتباروں کے درمیان کی مسافت کو تقریباً پندرہ سال کے عرصے میں طے کیا  
 علمائے متقدمین نے ان دونوں اعتباروں کے درمیان فرق کا راستہ نہیں پایا۔ اور کہا ہے کہ عرض کافی نسیم  
 حصول وہی ہے۔ جو جوہر کے ساتھ اس کے قیام کا حصول ہے۔ اور علمائے متاخرین میں سے بعض ان دو دو  
 اعتباروں کے فرق پر مطلع ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے تحقیق کی ہے کہ عرض کا حصول نفسی اور چیز کے حصول  
 قیامی امر دیگر۔ اس لئے کہ عرض کے حق میں کہا جاتا ہے کہ بیشک وہ پایا گیا۔ اور قائم ہوا۔ تو وجود قیام کا غیر  
 ہے۔

متاخرین کی یہ تحقیق جو انہوں نے عرض کے متعلق کی ہے۔ گویا مزدتِ منہ کے عروج کے لئے ایک زینہ اور  
 حاجت کی معرفت کے لئے ایک ذریعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس سیر و سلوک میں بہت سی کلامی اور فلسفی  
 تحقیقات نے مدد کی ہے۔ اور معارفِ الہی بنِ شانہ کا واسطہ بنتی ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَى مَنْ أَتَى الْهَدْيَ وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفَى عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ  
 وَأَوْفِيَائِهِ مِنَ الصَّلَوَاتِ أَمَّتْهَا وَالتَّسْلِيمَاتِ أَكْمَلَهَا ط

## مکتوب نمبر ۶

علوم عقلیہ و نقلیہ کے جامع، محمد زادہ، محمد الدین، خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ تعالیٰ کی  
 طرف صادر فرمایا

بعض غلطی اصرار کے بیان میں۔ اور میں سے اس کی وجہ بھی سمجھ آتی ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ السلام  
 کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی امت کی پیروی کا حکم کیوں دیا گیا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامُهُ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ ۲ صَلَّوْا

میرا لگان ہے کہ میری پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ولایتِ محمدی، ولایتِ ابراہیمی علیہما الصلوٰت والتسلیمات



کے رنگ سے رنگیں ہو جائے۔ اور اس ولایت کا حسن ملاحات اس ولایت کے جمالِ مباحث کے ساتھ مل جلنے کی حدیث شریفہ میں وارد ہے کہ میرے بھائی یوسف صریح فرماتے ہیں اور میں طبع ہوں "اور اس رنگ اور ملاوٹ کے ساتھ محبوبیتِ محمدیہ کا مقام درجہ علیا تک پہنچ جائے۔ شاید کہ حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کی اتباع کا حکم اسی دولتِ عظمیٰ کا حصول ہے۔ اور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوات اور برکات کے برابر صلوات اور برکات کی طلب اسی غرض کیلئے ہے۔ ملاحات اور مباحث دونوں صفات کی ملاوٹ کے بغیر اس بلند فزات کے حُسن سے آگاہ کرتے ہیں۔ لیکن حُسنِ صفات اور حُسنِ افعال آثارِ سب کا سب کیلئے حرکت حُسنِ مباحث سے حاصل کیا گیا ہے۔ حُسنِ ملاحات حضرت جمال کے زیادہ مناسب ہے۔ گو ملاحات حُسنِ مطلق کا مرکز ہے۔ اور مباحث اس مرکز کا دائرہ۔ اور حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس میں جس طرح وحدتِ محض ہے۔ فراخی اور کشادگی بھی ہے۔ لیکن وہ وحدتِ محض اور دوستِ نہیں جو ہمارے فہم میں آ سکتی ہے اور نہ ہی وہ اجمال و تفصیل ہمارے ادراک میں آ سکتا ہے۔

لَا تُذَرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُذَرِكُ  
الْاَبْصَارُ وَهُوَ اللّٰطِيفُ الْخَبِيرُ  
آنکھیں اُس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ  
آنکھوں کا ادراک کرتا ہے اور وہ لطیف  
اور خبیر ہے۔

بساطت و وسعت جو حضرت ذاتِ تعالیٰ میں ہم ثابت کرتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ ایک کا حُسن نہیں ہیں۔ جیسا کہ بعض نے گمان کیا ہے۔ لیکن ان دونوں کے درمیان فرق و امتیاز جو ان کے اندر اس مرتبہ میں ثابت ہے۔ ہمارے اعلائے ادراک سے خارج۔ اور ہمارے افہام کے دائرہ سے باہر ہے۔ پس ملاحات اور مباحث بھی مرتبہ ذات میں متمیز ہیں۔ اور احکام میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور کمالات جو ان سے متعلق ہیں۔ وہ بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ اور میری پیدائش سے جو مقصود مجھے معلوم ہے۔ میرے علم میں پورا ہو گیا ہے۔ اور ہزار سالہ تجدید کی دُعا مقبول ہو گئی ہے۔ تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں۔ جس نے مجھے دو سمندر کے درمیان رابطہ اور دونوں گرد ہوں کے درمیان صلح کرانے والا بنا دیا۔ ہر حال میں بہت کامل محمد و الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام و علی اخوانہ الکریمین و اللہ اعلم بالصواب اور جب کہ مباحث بھی ملاحات کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو چکی ہے۔ اس بناء پر لازماً غلبہٗ ابراہیمی کے مقام نے بھی وسعت پیدا کر لی ہے۔ اور محیط نے بھی مرکز کا حکم اختیار کر لیا ہے۔

جانتا چاہیے کہ محبت کا مقام مرتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے۔ اور مقام غلت مرتبہ صباحت سے۔ محبت میں محبوبیت صرف، صرف حضرت خاتم المرسلین علیہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔ اور محبت خالص حضرت کلیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے اور حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام دوستی اور ہم نشینی کی نسبت رکھتے ہیں۔ محب اور محبوب اور ہوتا ہے۔ اور یار و ہم نشین اور۔ ہر ایک الگ نسبت رکھتا ہے۔

اور یہ فقیر چونکہ ولایت محمدی اور ولایت موسوی علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام واقعیہ دونوں کا پھر وروہ ہے۔ اس مقام ملاحت میں اقامت اور سکونت رکھتا ہے۔ اور ولایت محمدی علی صاحبہما الصلوٰۃ والسلام واقعیہ کی محبت کے طبقہ کی وجہ سے محبوبیت کی نسبت غالب ہے۔ اور محبت کی نسبت مغلوب و مستور۔

اسے فرزند! اس معاملہ کے باوجود جو میری پیدائش سے وابستہ کیا گیا ہے۔ ایک اور عظیم کام میرے سپرد کیا گیا ہے۔ مجھے پیری مریدی کے لئے (دنیا میں) نہیں لایا گیا۔ میری پیدائش سے مقصود مخلوق کی تکمیل و ارشاد نہیں۔ ایک دوسرا کام اور معاملہ ہے۔ جو شخص (مجھ سے) مناسبت رکھتا ہوگا۔ وہ اس دوسرے کام کے ضمن میں فیض حاصل کرے گا۔ اگر مناسبت نہ رکھتا ہوگا تو فیض نہ پاسکے گا۔

اس عظیم کام کی نسبت ارشاد و تکمیل کا کام اس طرح معمولی ہے۔ جس طرح راستے میں پڑی ہوئی چیز (جیسے تینکا وغیرہ) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کی دعوت ان کے باطنی معاملات کی نسبت ہی حیثیت رکھتی ہے۔ اگرچہ منصب نبوت ختم ہو چکا ہے۔ لیکن تبعیت و وراثت کے طور پر نبوت کے کمالات و خصائص سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات و انقیادات سے ان کے قابل پیر و کاروں کو بھی حقد ملتا ہے۔

## مکتوب نمبر ۷

مکتوبات ٹیلین کی اس جلد ثانی کے باب فقیر حقیر عبدالحی کی طرف صدارت فرمایا

مراتب پنجگانہ مجاہدیت، محبت، حُب، اور رضا، اور ان سے اوپر مرتبہ کے بیان میں۔ نیز

ان میں سے ہر ایک کی ایک پیغمبر کے ساتھ خصوصیت اور ان کے مناسب امور کے بیان میں

الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَامٍ۔ محمد و آئس اللہ کے لئے جس نے ہم پر انعام فرمایا



جس میں دین اسلام کی ہدایت عطا فرمائی۔ اور ہم کو اپنے حبیب پاک حضرت محمد مصطفیٰ علیہ علی آلہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں بنایا۔

جان لے۔ (اللہ تعالیٰ تجھے رشد و ہدایت عطا کرے) کہ محبت ذاتی کے جس کے ساتھ خداوند تعالیٰ و تقدس اپنے آپ کو دوست رکھتا ہے۔ تین اعتبار میں۔ محبوبیت، محبت، محبت، اور محبت۔ محبوبیت ذاتیہ کے کمالات کا ظہور خاتم الرسل علیہ و علی آله و علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسلم ہے۔ غایت مافی الہاب اتنی بات ہے۔ کہ جانب محبوبیت میں دو کمال ہیں۔ فاعلی اور انفعالی۔ فعل اصل ہے اور انفعال اس کے تابع۔ لیکن انفعال فعل کے لئے علت ذاتی ہے۔ کیونکہ انفعال اگرچہ وجود میں مؤخر ہے۔ تاہم تصور میں مقدم ہے۔

اُدھ کمالاتِ محبت کا ظہور حضرت کلیم اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے۔

اور تیسرا اعتبار کہ نفس محبت ہے۔ ابوالبشر حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اولاً اس مقام میں مشہود ہوئے دوسرے نمبر پر حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اسی مقام پر مشہود ہوئے۔ تیسرے نمبر پر حضرت نوح بھی اسی مقام میں اسی اعتبار سے دکھائی دیئے۔ حقیقتاً حال اللہ سبحانہ کو معلوم ہے۔

اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس جس طرح اپنی ذات کو دوست رکھتی ہے۔ اپنے کمالاتِ اسمائی، وصفاتی اور افعال کو بھی دوست رکھتی ہے۔

اور اسماء و صفات کے ساتھ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی محبت کا ظہور حضرت غلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں بر وجہ اتم ہے۔ اور اسمائی و صفاتی اور افعال محبوبیت کا ظہور دوسرے انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام و التسلیمات و التعلیمات میں متعقی اور موجود ہے۔ جس طرح ان اسماء و صفات و افعال کی محبت کا ان میں ظہور ہے۔ اور جب اسماء و صفات اور افعال کے لئے غلال بھی ہیں۔ تو ان غلال کی محبوبیت کا ظہور ان کے اصولوں کے واسطے سے مراد اور محبوب اولیاء کا حصہ ہے۔ جس طرح ان غلال محبت کو مزید بن اور مقبوعین اولیاء کا حصہ ہے۔ اور محبت ذاتیہ کے مقام سے اوپر محبت کا مقام ہے۔ جو تینوں اعتبارات کا جامع اور ان کا اجمال ہے۔ اور رضا کا مقام محبت و حب سے بھی اوپر ہے۔ کیونکہ رضا کا مرتبہ محبت کے مرتبہ سے اوپر ہے۔ کیونکہ محبت میں اجمالاً اور تفصیلاً نسبت کا وجود ہے۔ اور مقام رضا میں جو حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے مناسب ہے نسبت عذف ہے۔ اور مقام رضا سے آگے کسی کا قدم نہیں بڑھ سکتا۔ مگر خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کا۔ شاید اسی

مقام سے خبر دیتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے۔

مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک خاص وقت نصیب ہوتا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ کوئی مقرب فرشتہ

لَا يَزَالُ يُقَرِّبُنِي فِيهِ مَلَكَ مُقَرَّبٌ وَلَا يَزَالُ يُقَرِّبُنِي فِيهِ مَلَكَ مُقَرَّبٌ

”حدیث قدسی“

اور کوئی مرسل نبی گنہگار نہیں رکھتا۔

اور ایک حدیث قدسی میں شاید اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دار و مواہب ہے۔

اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں اور تو، اور جو کچھ تیرے سوا ہے تیرے لئے پیدا کیا، تو حضور علیہ

يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِأَجَلِكَ فَقَالَ عَلَيْهِ وَ عَلَى الْاِلهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا

الصلوة والسلام نے عرض کی۔ اے اللہ تو ہی ہے اور میں نہیں ہوں۔ اور جو کچھ تیرے سوا ہے، میں نے

سِوَاكَ تَرَكْتُ لِأَجَلِكَ

”حدیث قدسی“

سب تیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو اس دنیا میں لوگ کیا پا سکتے ہیں۔ اور آپ کی عظمت

و بزرگی کو اس جہان میں کیا پہچان سکتے ہیں۔ کیونکہ اس دار ابتلا میں سمجھا اور جھوٹا باہم ملا ہوا ہے۔ (اقتیاد نہیں ہوتا) اور حق باطل کے ساتھ مخلوط ہے۔ قیامت کے روز آپ کی عظمت و بزرگی معلوم ہوگی۔ جب آپ

پیغمبروں کے امام بنیں گے۔ اور ان کے صاحب شفاعت ہوں گے۔ آدم اور آدم کی ساری اولاد سب آپ کے جنتیوں کے نیچے ہوں گے۔ علیہ و علی جمیع الانبیاء والمرسلین من الصلوات افضلنا ومن التسلیمات

الکلمت

ہماز ہے کہ اس خاص مقام میں کہ مقام رضاء او پر ہے۔ خادموں پس خوردہ کھانے والے) میں سے کسی

خادم کو دراشت اور تبعیت کے طور پر جگہ دے دیں اور طفیلی کی حیثیت سے اس بارگاہ کا محرم کر دیں۔

بر کریمیں کا رہا دشوار نیست

یہ معنی غیر انبیاء کی انبیاء پر فضیلت کو مستلزم نہیں۔ علیہم الصلوات والتسلیمات۔ کیونکہ خادم کی خدمت کے ہم پلہ لوگوں کے ساتھ مساوات کیسے ہو سکتی ہے۔ اور تابع کی مقبروں کے ہمسروں کے ساتھ

کیا نسبت۔ اصل مقصود ہوتا ہے۔ اور تابع طفیلی، زیادہ سے زیادہ فضیلت جزئی تک نوبت پہنچتی ہے

لے تاریخ الخفیس، علامہ ابسری۔

لے کریم لوگوں کے لئے کوئی کام مشکل نہیں۔



اور اس میں کوئی استحالہ نہیں۔ کیونکہ ہر بافادہ اور مجام اپنے پیشے اور حرفت کے لحاظ سے صاحب ہنر  
 و دانشمند پر فضیلت رکھتا ہے۔ لیکن اس فضیلت کا کچھ اعتبار نہیں۔ ہمارا کلام اشارات و رموز اور بلاغت  
 و خزانے ہیں۔ اکثر لوگوں کے سنے ان اشارات و رموز سے کچھ حصہ نہیں۔ مگر یہ کہ جن عقل سے ان کی تصدیق  
 کریں۔ تو ان کی یہ تصدیق ایسے ثمرات ان کے سامنے رکھ دے۔ جو انہیں نصیب دیں۔ واللہ سبحانہ الموفق  
 قال السلام علی من اتبع الهدی و التزم متابعة المصطفى علیہ و علیٰ جمیع  
 اخوانہ من الانبیاء و المرسلین و الملائکة المقربین  
 من الملوک و فضائلہ و من الشیئات اکلہا ط

## مکتوب نمبر ۸

خانم سنان کی طرف صادر فرمایا

اخص خاص، عوام اور متوسط لوگوں کے ایمان بالغیب میں فرق کے بیان میں —

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰی

لے از ہر جہ سے رود سخن دوست خوشتر است،

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ اِذْ سَاَلْتَنِيْ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ

جب میرے بندے میرے متعلق تھے تو میں دریاں

کریں تو میں قریب ہوں

نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰی ثَلَاثَةٍ اِلَّا

نہیں ہوتی تین افراد کی سرگوشی مگر چوتھا ان کا خدا ہوتا ہے

هُوَ اَلْبَیْنُ وَلَا خَمْسَةَ اَلْاَهِوْ

اور نہ چار افراد کی سرگوشی مگر چھٹا وہ ہوتا ہے۔ اور نہ

سَادِسَهُمْ وَلَا اَدْنٰی مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرُ

اس سے کم اور نہ زیادہ مگر وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے

اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا

جہاں بھی وہ ہوں

لے دوست کی بات جس طرف سے جاری ہو اسی جہتی ہے لے سورۃ بقرہ پارہ دوم لے سورۃ بقرہ پارہ دوم صبح اللہ

اس بلند ذات کی معیت اور اس کا قرب اس سبحانہ کی ذات کی طرح بے چون و بے چگون ہے۔ اس لئے کہ چوں کہ لئے ہے چوں تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں۔ لہذا قرب و معیت کا جو معنی بھی ہمارے عقل و فہمیں آئے یا ہمارے کشف و شہود سے معلوم ہو۔ وہ بلند ذات اس سے منزہ و متبرک ہے۔ کیونکہ یہ فرقہ مجسمہ میں قدم رکھنے والی بات ہے۔ ہم ایمان رکھتے ہیں کہ وہ بلند ذات ہمارے قریب اور ہمارے ساتھ ہے۔ لیکن ہم قرب و معیت کا معنی نہیں جانتے کہ کیا ہے۔

اس عالم دنیا میں کایمیں کا بھی انتہائی حصہ اس بلند ہستی کی ذات و صفات کے ساتھ ایمان بالغیب ہے۔

دور بینان بارگاہِ اُستادیش ازین پے نروہ اندکہ ہست

افض خواص کا ایمان بالغیب عوام کے ایمان بالغیب کی طرح نہیں۔ کیونکہ عوام نے سماع یا استدلال سے ایمان حاصل کیا ہوتا ہے۔ اور افض خواص غیب الغیب کے خیال و جلال کے ظلال کے پردوں اور تجلیات و ظہوریت کے پردوں کے اندر مطالعہ کر کے ایمان بالغیب حاصل کرتے ہیں۔ اور متوسط لوگ ظلال کو اصل گمان کرتے ہوئے اور تجلیات کو عین تجلیات جانتے ہوئے ایمان شہودی کے ساتھ خوش ہیں۔ اور ان کے حق میں ایمان بالغیب ٹکڑوں کا حصہ ہے۔

کُلُّ حَزْبٍ یُنَالِدُ بُیُوتَهُمْ فَرِحُوا

تکلیف دینے کا ایک سبب یہ ہے۔ کہ مولانا عبدالغفور و مولانا حاجی محمد خاص دوستوں میں سے ہیں۔ ان دونوں پر آپ کی طرف سے جو احسان بھی ہو گا۔ وہ دراصل فقیر پر احسان ہو گا۔

مکتوب برکریاں کار بادشوار نیست

والسلام

## مکتوب نمبر ۹

مکتوب مدد و معیت کی طرف مکتوب نمبر ۹

بارگاہِ اُستاد کے دور بین اس سے زیادہ کچھ سرائیں لکھ سکے کہ وہ ہے۔ ہرگز وہ کچھ اس کے پاس ہے اس پر خوش ہے، سے کریم لوگوں پر کوئی کام دشوار نہیں،



کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے فضائل اور مقام تشریح کی تحقیق، اور اس امر کے بیان میں کہ ایمان بالقیب اس وقت متحقق ہوتا ہے جب کہ ماسوا قرینیت تک پہنچ جائے۔ کیونکہ وہ مائلہ دائرہ و ہم وغیرہ سے باہر ہے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ

مولانا محمد عارف نقشبندی کو چاہیے کہ پہلے باطل آلہوں کی نفی کرتے ہوئے معبود بحق جن مائلہ کا اثبات کرے۔ اور جو کچھ چونی و چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ اُسے لاکے نیچے لاکر خدائے بے چوں جل شانہ پر ایمان لائے۔

غیر کی نفی اور حق تعالیٰ کے اثبات میں کامل اور جامع ترین عبارت کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ افضل الذکر لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، کہ سب سے افضل ذکر کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام والتجسّس نے اللہ سبحانہ کی طرف نقل کرتے ہوئے فرمایا۔

لَوَ أَنَّهُ السَّمَوَاتِ السَّبْعُ وَ عَامِرُهَا غَيْرِي  
وَ الْكَافِرِينَ السَّبْعُ وَ مَنَعَنِي عَنْ كَفَّةٍ وَ كَلَا  
إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ فِي كَفَّةٍ لَمَّا لَتَّ بِحُجَّتٍ  
اگر ساقوں آسمان اور میرے سوا ان کو آباد کرنے  
والی ہر چیز اور ساقوں زمین ایک پتے میں رکھی جائی  
اور کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ دوسرے پتے میں، تو

کلمہ طیبہ والا پتہ ہماری مہربانیا

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

کلمہ طیبہ کا پتہ کیوں افضل اور راجح نہ ہو۔ جب کہ اس کا ایک کلمہ تمام ماسوا کی نفی کرتا ہے۔ چاہے آسمانوں یا زمین، عرش بریا کرسی، لوح بریا قلم، عالم ہو یا آدم اور دوسرا کلمہ معبود بحق جن بزرگانه کوثابت کرتا ہے۔ کہ وہ تمام آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے۔ اور حق بن و علما کے ماسوا آفاق و انفس میں سے جو کچھ ہے۔ سب کا سب چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ پس جو کچھ بھی آفاق و انفس کے آئینوں میں جلوہ گر ہوگا۔ بطریق اولیٰ چونی و چندی سے داغدار ہوگا۔ جو نفی کرنے کے لائق ہے۔ لہذا ہمارا معلوم، مہربوم، اور ہمارا مشہود و محسوس سب چونی اور چگونی کے ساتھ موصوف اور حدوث و امکان کے عیب کے ساتھ معیوب ہے۔ کیونکہ ہمارا معلوم و محسوس ہمارا تراشا ہوا اور ہمارا کسب کیا ہوا ہے۔ وہ تشریح جس کے ساتھ ہمارا علم تعلق رکھتا ہے۔ عین تشبیہ ہے اور وہ کمال جو ہمارے اندازہ فہم میں آتا ہے عین نفس ہے۔ پس جو کچھ ہم پر متبلی اور مکشوف و مشہود ہوتا ہے۔ سب غیر حق صیغہ ہے۔ اور حق

بلند ذات وراء الہواء ہے۔ حضرت غلیل علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

أَلْعَبْدُ ذَنْ مَاتُجِشُونَ وَاللَّهُ خَالِقُكُمْ  
وَمَا تَعْلَمُونَ

خود تراشا ہے اور اللہ نے تمہیں بھی اور

تمہارے اعمال بھی پیدا کیا ہے

ہمارا تراشا ہوا خواہ ہم نے اُسے اللہ سے تراشا ہو یا عقل و دہم سے سب حق سبحانہ کا مخلوق ہے۔ اور اہل عبادت نہیں۔ عبادت سے ملائی وہ خدائے تعالیٰ ہے چون وہ بے چگون ہے۔ جس کے دامن ادراک سے ہمارے عقل و دہم کا ماتہ لٹا ہوا ہے۔ اور ہمارے کشف اور شہود کی آنکھ اس سبحانہ کی عظمت و جلال کے مشاہدہ سے شرمندہ و بد حال ہے۔ لہذا اس طرح کے خدائے بے چون و بے چگون جن شانہ کے ساتھ ایمان میسر نہیں آسکتا مگر بطریقہ غیب کیونکہ شہودی ایمان اس بلند ذات کے ساتھ ایمان نہیں۔ بلکہ اپنی تراشی ہوئی چیز کے ساتھ ایمان لانا ہے۔ جو اس کی بلند ذات کی مخلوقات سے بلکہ اس کے غیر کے ساتھ ایمان کو اس کے ساتھ ایمان میں شریک کرنا ہے بلکہ سراسر غلطی پر ایمان ہے۔ اللہ سبحانہ ہمیں اس سے بچائے۔

ایمان بالغیب اس وقت میسر آتا ہے۔ جب کہ تیز رفتار دہم کے لئے وہاں گھومنے کی گنجائش نہ رہے اور اس کی کوئی چیز بھی قوت خیالیہ میں منتقل نہ ہو۔ اور یہ معنی اس کی اقریبیت میں متحقق ہوتا ہے۔ جو دائرو دہم و خیال سے باہر ہے۔ کیونکہ شے جس قدر دور ہوگی۔ دہم کی گردش وہاں زیادہ ہوگی۔ اور سلطنت خیال میں بہت جلد داخل ہوگی۔ یہ دولت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ایمان بالغیب ان بزرگوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا حصہ ہے۔ اور تبعیت و وراثت کے طور پر ان کے علاوہ جس کو چاہیں اس دولت سے مشرف فرمادیں۔

اور وہ ایمان بالغیب جو عام مومنوں کو حاصل ہے۔ دائرہ دہم سے خارج ہے۔ کیونکہ وراء الہواء عوام کے نزدیک بہت دور ہے۔ جو دہم کی جولانگاہ ہے۔ اور ان بزرگوں علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و تنجیات کے نزدیک وراء الہواء جانب قرب میں ہے کہ دہم کی وہاں کچھ گنجائش نہیں۔ جب تک دنیا قائم ہے اور بندہ مومن دنیا کی زندگی میں موجود ہے۔ ایمان بالغیب سے چھٹکارا نہیں۔ کیونکہ ایمان شہودی یہاں پر غیر معقول ہے۔ اور جب آخرت کی زندگی پر تو انداز ہوگی اور دہم و خیال کی تیزی کو توڑ دے گی۔ تو ایمان شہودی مقبول ہو جائیگا۔ اور بنانے اور تراشنے کے نقص سے مبرا ہو جائیگا۔



میرا گمان ہے۔ کہ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں رویت خداوندی سے مشرف ہوئے۔ اگر ایمان شہودی آپ کے حق میں علیہ وسلم علی آکم الصلوات والتسلیمات یہاں ثابت کریں تو اچھی بات ہے۔ اور یہ بنانے اور تراشنے کے نقص سے آزاد ہے۔ کیونکہ جس چیز کا دوسروں کے لئے کل قیامت کو ملنے کا وعدہ ہے۔ آپ کے لئے وہ سب کچھ نہیں دنیا میں حاصل ہے۔ علیہ وسلم علی آکم الصلوة والسلام۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ط

جانتا چاہیے۔ کہ کلمہ نثی کو حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوة والسلام نے مکمل کر دیا۔ اور شرک کے دروازوں سے کوئی دروازہ ایسا نہ چھوڑا جس کو آپ نے بند نہ کیا ہو۔ اس لئے آپ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے امام قرار پائے۔ اور ان کے پیش رو ہوئے۔ علیہم الصلوات والتسلیمات والتحتیات۔ کیونکہ اس دنیا میں نہایت کماں اس نثی کے پورا کرنے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اس لئے کہ کلمہ طیبہ کی جزو ثبات کے کمالات آخرت کی زندگی پر موقوف ہیں۔

غایت مافی الباب اتنی بات ہے۔ کہ جب خاتم الرسل علیہم الصلوات والتسلیمات اسی دنیا میں حق تعالیٰ کے دیدار کی دولت سے مشرف ہوئے۔ تو کلمہ طیبہ کی جزو ثبات سے بھی اسی دنیا میں آپ نے وافر حصہ پالیا۔ کہا جاسکتا ہے۔ کہ کلمہ اثبات اس جہان کے اندازے کے مطابق آپ کی تشریف آوری سے مکمل ہو گیا۔ علیہم الصلوة والسلام۔ ہو سکتا ہے کہ اسی معنی کی نگاہ پر تجلی ذات آپ کے حق میں اسی دنیا میں ثابت کرتے ہیں۔ اور دوسروں کے لئے آخرت کے وعدہ پر موقوف کرتے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتٰهُمُ الْمُدٰی وَالتَّوَمُّ مُتَابَعَةُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِہٖ  
وَ اٰحْبَآئِہٖ مِنَ الصَّلٰوٰتِ اَفْضَلُهَا وَ التَّسْلِیْمٰتِ اَحْمَلُهَا ط

## مکتوب نمبر ۱۰

حضرت مجدد قہر سوائے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں محمد مودود کی طرف مبارک فرمایا  
اس بیان میں کہ ظہور عرشی کے علاوہ کوئی ظہور بھی شاہنشاہت غالی نہیں۔ اور جب قلب اپنی نہایت کو پہنچتا  
ہے تو عرش کے انوار سے کچھ روشنی اندکرتا ہے اور اس کے مناسب ہونے کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی اَسْبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْلُکُمُ

شیخ ابو یزید بسطامی قدس سرہ فرماتے ہیں۔ کہ اگر عرش اور جو کچھ عرش میں ہے۔ عارف کے دل کے ایک کونے میں رکھ دیں۔ تو بھی عارف کو دل کی فراخی کے باعث اس کا کچھ احساس نہ ہوگا۔ شیخ جنید اس بات کی تائید کرتے ہیں۔ اور اُسے دیں سے ثابت کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ حادث جب قدیم سے مل جاتا ہے۔ اور اس کا کچھ اثر نہیں رہتا۔ یعنی عرش اور جو کچھ اس میں ہے۔ سب حادث ہے۔ عارف کا دل جو انوارِ قدیم کے ظہور کا محل ہے۔ جب اس حادث کا اس دل کے ساتھ اتصال واقع ہوتا ہے۔ تو وہ حادث مضاعف ہوتا ہے۔ تو محسوس کیسے ہو۔

اکابر صوفیہ پر چاہے۔ وہ سلطان العارفین اور سید الطائفہ ہی ہوں۔ ہزار بار تعجب ہے۔ کہ جب یہ اس طرح کہتے ہیں۔ اور عرش مجید کو قلبِ عارف کے سامنے کچھ حیثیت نہیں دیتے۔ اور عرش کو انوارِ قدیم کے ظہورات سے خالی جانتے ہوئے حادث کہتے ہیں۔ اور قلب کو انوارِ قدیم کے ظہور کے واسطے سے قدیم کا نام دیتے ہیں۔ تو دوسروں کے متعلق کیا کہے اور کیا کہیں۔

اس فقیر کے نزدیک جو جذباتِ الہی جن سلطنت کا پروردہ ہے۔ یہ کہ قلبِ عارف جب اپنی استعدادِ خاص کے تقاضا سے نہایت انہایت کو پہنچتا ہے۔ اور کمال حاصل کرتا ہے۔ جس سے بڑھ کر کوئی کمال مقصور نہیں ہو سکتا تو اس کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے۔ کہ انوارِ عرش کے بے نہایت انوار میں سے کسی نور کا ظہور اس پر غالب ہو۔ اور یہ نور ان انوار کی نسبت قہر ہے۔ دریا ئے محیط کے مقابلے میں بلکہ اس سے بھی کم۔ عرش وہ ہے۔ جس کو حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ عظیم فرماتا ہے۔ اور استوا کے راز کو اس جگہ ثابت فرماتا ہے عارف کے دل کو جامعیت کی وجہ سے تشبیہ اور تمثیل کے طور پر عرش اللہ کہہ دیتے ہیں۔ یعنی جس طرح عرش مجید عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان واسطہ اور خلق اور امر کے دونوں طرف کا جامع ہے۔ اسی طرح عالم صغیر میں قلب بھی عالم خلق اور عالم امر میں برزخ اور واسطہ ہے۔ اور عالم صغیر کی دونوں طرفوں خلق اور امر کا جامع ہے۔ پس قلب کو بھی برسبیل تشبیہ عرش کہا جاسکتا ہے۔ سنو اور پھر سنو! انوارِ قدیم کے ظہور کی وہ قابلیت جو شاہدِ خلقت سے منزہ و مبرا ہے۔ عرش مجید کے ساتھ مخصوص ہے۔ کوئی چیز بھی عالم خلق اور عالم امر اور عالم کبیر اور عالم صغیر میں سے اس کی قابلیت نہیں رکھتی۔ ایسے ظہور کی قابلیت صرف عرش میں ہے۔

اور عارف کامل کا قلب جامعیت اور برزخیّت کے علاقہ کے واسطے سے ان انوار سے کچھ نہ کچھ روشنی حاصل کرتا ہے۔ اور سمندر سے ایک چٹواٹھا لیتا ہے۔ عرش اور عارف تمام المعارف کے سوا جہاں بھی ظہور ہے۔



وایضاً خلقت سے داغدار ہے۔ اور اصل سے اس نے کوئی بُر نہیں پائی۔ باز یہ شکر کی وجہ سے اگر ایسا ہے۔  
 تو اس کے لئے گناہ شے ہے۔ لیکن مجید سے جو صحو کا مدعی ہے۔ یہ بات زریب نہیں دیتی۔ یہ حضرات کیا کریں۔  
 کیونکہ حقیقت معاملہ سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور دریائے خلایت کے گرداب سے ساحل کی طرف نہیں آسکے۔ یہ  
 بات اگرچہ آج اکثر لوگوں کی نگاہ میں بعید دکھائی دیتی ہے۔ لیکن آج کے لئے کل کا دن نزدیک ہے۔ جلدی نہ  
 کریں۔ اللہ کا حکم آرہا ہے۔ تو جلدی نہ کرو۔ وہ سبحانہ و تعالیٰ پاک ہے۔ ان سے جن کو وہ شریک ٹھہرتے ہیں  
 وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتٰهُمُ الْهُدٰی وَالْتَزَمُوا تَابِعَهُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِہٖ  
 الصَّلٰوٰتِ وَالتَّسْلِیْمٰتِ الْعُلٰی وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ  
 وَعَلٰی الْمَلَائِکَةِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی سَائِرِ الصَّالِحِیْنَ وَعَلٰی  
 الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ اَجْمَعِیْنَ

## مکتوب نمبر ۱۱

حقائق و معارف آگاہ، مظہر فیض الہ، مخدوم زادہ، مجدد الدین، خواجہ محمد معصوم شکرینہ کی طرف صادر فرمایا  
 فوق عرش ظہور کے بعض خصائص کے بیان میں۔ اور آیہ کریمہ اَللّٰهُ فَوْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ، اِنِّیْ اَنْزَمُ  
 کے معنی تاویلی اور انسان کے بعض خاص کمالات اور جزو وارضی کے فضائل اور اس کے مناسب اس کے بیان کیا

نَعْمَدُکَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّکَ وَنُسَلِّمُ عَلَیْکَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الْکَرَامِ

عالم کبیر و سمعت اور تفصیل کے باوجود چونکہ بیعت و مدانی نہیں رکھتا۔ اس لئے بسیط حقیقی  
 کے ظہور کی جو نسبتوں اور اعتبارات سے خالی اور تفصیل اور شیون و صفات سے مُعَرَّاب ہے،  
 قابلیت نہیں رکھتا۔

عالم کبیر کی اجزاء میں سے سب سے اعلیٰ حضرت رحمان کا عرش ہے۔ جو ذات جامع الصفات  
 جن سلطنت کے انوار کا محل ہے۔ اور عرش کے ماسوا عالم کبیر میں جس قدر بھی ظہورات ہیں۔  
 شائبہ خلایت سے خالی نہیں ہیں۔ اس لئے رب العلمین نے عالم کبیر کے اجزاء میں سے راز اسوا  
 کیلئے عرش مجید کو مخصوص فرمایا۔ جو عالم کبیر کے اجزاء میں سے افضل جزو ہے۔ اس لئے کہ ظلال  
 میں سے کسی ظن کا ظہور فی الحقیقت اس بلند ذات کا ظہور نہیں ہے۔ تاکہ اُسے عبارت استوا سے

تعبیر کیا جائے۔ نیز جو ظہور عرش مجید میں ہے۔ اس کو پوشیدگی لاحق نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ دائمی ہے اگرچہ آسمانوں اور زمین کا نور وہی حق تعالیٰ ہے۔ لیکن وہ نور ظلال کے پردوں سے بلا ہوا ہے۔ ظلیت کے واسطہ کے بغیر ظہور نہیں فرمایا ہے۔ اور یہ سب حاصل کردہ ظہورات ظہور عرش کے انوار ہیں۔ جنہوں نے ظلال میں سے کسی ظل کے پردے میں چھپ کر ظہور فرمایا ہے۔ جس طرح دریائے محیط سے برتنوں کے ذریعے پانی کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے اور نفع اٹھاتے ہیں۔ اور جس طرح بڑی شعل سے چھوٹے چھوٹے چراغ جلاتے ہیں۔ اور ان چھوٹے چھوٹے چراغوں سے اطراف و اکناف کو روشن کرتے ہیں۔ شائد کہ آیت کریمہ:-

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ مِثْلُ نَوْرٍ  
كَمِيحٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۚ الْمِصْبَاحُ فِي  
رُجَاةٍ ۚ الرُّجَاةُ كَأَنَّهُ كَوْكَبٌ  
دُرِّيٌّ يُوقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُبَارَكَةٍ  
زَيْتُونَةٍ ۚ لَا شَرْقِيَّةٍ وَلَا غَرْبِيَّةٍ يَكَادُ  
زَيْتُهَا يُضِيءُ ۚ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ  
نُورًا عَلَى نُورٍ ۚ

سورة النور پورہ ترجمہ

میں انہیں معارف کی طرف اشارہ ہو۔ کہہ کر آیت مذکورہ میں تمثیل اس بناء پر اختیار کی گئی تاکہ آسمانوں اور زمین میں اس نور کے ظہور کو بے واسطہ نہ سمجھ لیں اور ظل کو اصل کے ساتھ مشتبہ نہ کریں۔ اور نور ظل کو نور اصل سے لیا ہوا اور روشن کیا ہوا جانیں۔

يَخْلُقُ اللَّهُ لِمَن يَشَاءُ ۚ  
اللَّهُ تَعَالَىٰ أَعْيُنُ النَّاسِ لَا تُبْصِرُهُ ۚ  
وَلَا يَحِيطُ بِهِ ۚ سِوَى اللَّهِ يَخَافُ  
عَذَابَ اللَّهِ ۚ

آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہر محول ہے۔ اور ہم اپنے مکاشفے کے مطابق اس کی تاویل کرتے ہیں۔ تو اللہ سبحانہ تعالیٰ کی مدد اور اس کے سین توفیق سے کہتے ہیں۔

اللَّهُ نُورُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ

نور اسے کہتے ہیں۔ جس سے اشیاء روشن ہوں۔ تمام آسمان اور زمین اسی بلند ذات کے ساتھ روشن ہیں کیونکہ اس سبحانہ نے ان کو عدم کی تدبیروں سے باہر نکالا ہے۔ اور وجود اور توابع وجود کے ظلال کے ساتھ مشتمل



کر کے منور کیا ہے۔ آسمانوں اور زمین کو کہ وہ جس نور سے روشن ہوئے ہیں۔ ایک بڑے طاق کی طرح تصور کرنا چاہیئے۔ اور اس نور کو چرخ کی طرح جاتا چاہیئے۔ جو اس طاق میں بطور امانت رکھا گیا۔ اور مشکوٰۃ پر کاف تمثیل کا داخل ہونا اس بناء پر ہے۔ کہ وہ طاق اس چراغ پر مشتمل ہے۔ اور شیشے سے اسما و صفات کا ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ نور اسما و صفات سے بلا ہوا ہے۔ شیون و اعتبارات سے محروم نہیں ہے۔ اور صفات غرض سلطانہا کا شیشہ حسن و جرب اور جمل قدم کے ساتھ ایک درخشاں ستارے کی طرح ہے۔ اور چراغ جو اس طاق میں رکھا ہوا ہے۔ وہ زیتون کے مبارک درخت سے روشن ہوا ہے۔ اور یہ جامع ظہور عرشی سے کنایہ ہے۔ کہ استواء اس ظہور سے رمز و اشارہ ہے۔ اس لئے کہ دوسرے ظہورات جو آسمانوں اور زمین سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس ظہور جامع کے لئے اجزاء کی مانند ہیں۔ اور جب وہ ظہور جامع لامکانی اور بے جہت ہے۔ انہیں لاشرقیہ اور لاغربیہ کہا جاسکتا ہے۔ اور یہ کاذب نہیں ہے یعنی کاذب کفر غشسہ نازد اس شجرہ مبارک کی صفت ماحد ہے۔ اور اس درخت مثل بہ کی صفائی اور روشنی کا بیان ہے۔ نور علی نور یعنی شیشے کا پردہ صفائی اور درخشندگی کی جہت سے نور میں اور زیادہ بڑھ گیا ہے۔ اور اس کے حسن و جمال میں اضافہ ہو گیا ہے۔ کیونکہ صفات کے کمالات ذات تعالیٰ و تقدس کے کمالات کے ساتھ جمع ہو چکے ہیں۔ اور صفات کا حسن ذات تعالیٰ کے حسن کے ساتھ مل گیا ہے۔ کئی گنا زیادہ نور اور کمال ظہور کے باوجود یہندی اللہ منور ہونے لکشا اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اں۔ من کفر یجعل اللہ نوراً فمالہ من نور۔ جسے اللہ روشنی عطا نہ کرے اس کے لئے کچھ روشنی اور نور نہیں۔ یہ جامع ظہور جو عرش سے متعلق ہے۔ تمام مشاہدات، معانیات اور مکاشفات کا منتہی ہے اور تعلق ذات اور تعلق صفات، غرض ہر طرح کی تجلیات و ظہورات کی نہایت ہے۔ اس کے بعد معاملہ جہل کے ساتھ قرار پذیر ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کا تصور اساحقہ فقیر انشاء اللہ تعالیٰ بیان کر لگا۔ اور جامع ظہور اگرچہ ذات کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ لیکن صفات اس مقام میں ذات کیلئے حجاب نہیں ہیں۔ صفات کا ذات تعالیٰ و تقدس کیلئے حجاب بننا ظہورات ظلیہ کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے کہ ظہورات ظلیہ مرتبہ علم میں ہیں۔ اور اصل کا ظہور مقام عین میں ہے۔ اور صفات درجہ علم میں حجاب ہیں نہ وجہ ذات میں تمیز دیکھتے کہ زیادہ مرتبہ علم میں جب تعلق و تصور کرتے ہو تو علم میں اس کا ظہور صفات کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً یہ کہ وہ درخت قد ہے یا کتا و قامت ہے۔ عالم ہے یا جاہل ہے چوٹا ہے یا بڑا ہے۔ شاخ ہے یا شتر نگار ہے۔ یہ تمام صفات جن کا تم تعلق و تصور کرو گے۔ زید کی ذات کا حجاب نہیں گی۔ اور یہ تمام تعلقات کلیہ



اس کے تشخص کا فائدہ نہیں دیں گی۔ اور وہی زید جب علم سے عین کی طرف سامان باندھتا ہے اور صفات کے باوجود مشہود ہوتا ہے۔ اور معاملہ ظلیت سے اصالت میں قرار پذیر ہوتا ہے۔ کیونکہ زید کی صورت ظلی خارج میں موجود زید کا ظل ہے جو اس کا اصل ہے۔ یہاں اس کی صفات اس کی ذات کے لئے حجاب نہیں بنیں گی۔ اور محسوس ایک جامع الصفات شخص ہوگا۔ اور اسی طرح صفات کی حضرت ذات تعلے و تقدس سے مفارقت مراتب ظلال اور مثال کی تصویروں میں ہے۔ اور جب اصل کے ساتھ وصول میسر آگیا۔ تو صفات ذات تعلے سے جدا نہیں ہوں گی اور ذات کا مشہود صفات کے مشہود سے جدا نہیں ہوگا۔ صفات کی تجلی کو ذات کی تجلی سے جواہر کہا گیا ہے۔ اور تجلی افعال کو جو علیحدہ خیال کیا گیا ہے۔ سب مقامات ظلال میں ہے۔ اصل کے ساتھ وصول کے بعد صرف ایک تجلی ہے۔ جو تینوں تجلیوں کو شامل ہے۔ مثلاً زید کو جب کوئی دیکھے تو اس ذات کا مشہود اس کی صفات سے الگ نہیں ہے۔ بلکہ اسی وقت جب کہ دیکھنے والا زید کو دیکھتا ہے عین اسی وقت اسے عالم اور فاضل بھی پاتا ہے۔ علم و فضل میں طرح اس کے دیدار کے لئے حجاب نہیں ہیں۔ ہاں اگر زید کا تصور کریں۔ اور ظلی صورتوں کے ساتھ اس کا ادراک کریں۔ تو صفات کو ذات سے الگ پائیں گے اور صفات اس کی ذات کیلئے حجاب بنیں گی جیسا کہ پیچھے گزرا۔

تم نہیں دیکھتے کہ آخرت میں ذات جامع الصفات تعالیٰ و تقدس کا دیدار ہوگا۔ نہ کہ اسماء اور صفات سے خالی ذات کا۔ جو محض اعتبار ہے۔ اس لئے کہ ذات صفات سے ہرگز خالی نہیں ہو سکتی۔ اور صفات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتیں۔ بخیر اس اعتبار سے کہتے ہیں۔ کہ عارف کامل پر جب ذات تعالیٰ و تقدس کی گرفتاری غالب آتی ہے۔ تو اسماء و صفات کا ملاحظہ اس کی نظر سے ساقط ہو جاتا ہے۔ اور احدیت تعالیٰ کے سوا اسے کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ لہذا ذات تعالیٰ و تقدس کا صفات سے خالی ہونا عارف کی نظر کے اعتبار سے ہوا۔ نہ خارج اور نفس الامر کے اعتبار سے۔ جیسا کہ انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب اس کی تحقیق آئے گی۔

اور نیز یہ جامع ظہور مثالی تصویروں کا منتہی ہے۔ جو کماں ظہور عرشی کے بعد سامنے آتا ہے۔ وہ تصویر کی مثال کے آئینے میں نہیں پایا جاسکتا۔ کیونکہ مثال میں ایک چیز کو ایسی تصویر میں سامنے لاتے ہیں۔ جو خارج کے ساتھ مشابہت اور مناسبت رکھتی ہو۔ اگرچہ وہ اسم میں ہی مشابہت ہو۔ اور وہ چیز جو کسی چیز کے ساتھ کسی طریقہ سے بھی خارج میں مشابہت نہ رکھتی ہو۔ اس کی تصویر مثال میں محال ہے۔ اور ظہور عرشی سے اوپر کے کمالات اسی قید سے ہیں۔ کہ کوئی چیز بھی کسی طریقہ سے ان کے مشابہ نہیں



ہے۔ تاکہ مثال میں اس کی تصویر سامنے لائی سکے۔

میں سے ہے یہ بات کہ اس مقام میں ہمہ وقت جہالت دامن گیر رہتی ہے۔ اور ادراک کا نشانہ عدم ادراک ہوتا ہے۔ اس دنیا میں اگرچہ اس مقام سے علم یافت کے جہل سے اور کوئی چیز حاصل نہیں ہے۔ لیکن امید ہے۔ کہ آخرت میں ایسی قوت اور ایسا دل دیں گے۔ جو نور کے پرتو اور غلبہ سے لاشے نہیں ہوگا۔ اور حقیقت معاملہ سے آگاہ ہو جائیگا۔

تو ہر اول وہ و دہری بین      رویہ خویش خواں دیشیری بین

آگاہ ہو کہ عرش کے اوپر کا ظہور اس وہم میں مبتلا نہ کرے۔ کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ عرش سے اوپر قرار پذیر ہے۔ اور مقام اور جہت اس کے لئے ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے اور ہر ہر ایسی شے سے جو اس کی جناب قدس تعالیٰ کے لائق نہیں۔ پاک اور منزہ ہے۔ زید کی صورت کاشیے میں ظہور شیشے میں قرار پذیر ہونے کو مستلزم نہیں۔ اگرچہ بے عقل لوگ وہم میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اللہ ہی کے لئے بلند صفت ہے۔

صاحب ایمان لوگ آخرت میں حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کو بہشت میں دیکھیں گے۔ حالانکہ بہشت اور غیر بہشت حضرت حق سبحانہ کی نسبت برابر ہے۔ اور اس بلند ذات کی مخلوق نہیں اور وہ تہی جو کوہ طور پر پڑی تھی۔ حالت اور محلّیت کا شائبہ تک نہیں رکھتی تھی۔ زیادہ سے زیادہ اتنی بات ہے۔ کہ بعض جگہیں ظہور کی قابلیت رکھتی ہیں۔ اور بعض دوسری جگہوں کے لئے یہ قابلیت نہیں ہوتی۔ صورتوں کے ظہور کی قابلیت شیشہ رکھتا ہے۔ گھوڑوں کے نعل اسکی قابلیت نہیں رکھتے۔ حالانکہ دونوں وہ سے بنے ہیں۔ پس فرق مظاہر میں کہے۔ ظاہر میں نہیں۔ اور ظاہر کی نسبت سب مظاہر برابر ہیں۔ قابل ہوں یا ناقابل۔ اور اسی طرح وہ الفاظ جو کلیت اور جزئیّت کا وہم ڈالتے ہیں۔ یا حالت اور محلّیت ان سے سمجھ آتی ہے۔ ظاہر سے پھرے ہوئے ہیں۔ اور اس بلند ذات کی جناب قدس کے لائق نہیں ہیں۔ تنگی عبارت کی وجہ سے یہ الفاظ اختیار رکھنے گئے ہیں

ابن قاعدہ یا دار کا تنجا کہ خدا است      لئے جزو نہ کل و نہ ظرف نے منظور است

لے تو بے دل عطا کر۔ ہر میری دہری دیکھ۔ اور مجھے اپنی لومڑی کہہ پھر میرا شیر مرنا دیکھ  
لے یہ قاعدہ یاد رکھ کہ جہاں خدا ہے۔ وہاں نہ جزو ہے نہ کل۔ اور نہ برتن ہے اور نہ برتن میں پڑنے والی چیز۔

اور جب انسان کا دل عالم صغیر کا عرش ہے۔ اور عالم کبیر کے عرش کے مشابہ ہے۔ تو وہ تجلی جو وہاں ہے۔ نور ظلیت کے شائبے کے بغیر ہے۔ اسی طرح کی تجلی ظلیت کے شائبے کے بغیر دل کا بھی حصہ ہے۔ اگرچہ آسمانوں اور زمین میں بھی وہی تجلی پہنچتی ہے۔ لیکن فلال میں سے کسی ذیل کے پردے میں ہے۔ مگر دل جو عرش کی طرح ہے۔ شائبہ ظلیت سے مبرا ہے۔ اگرچہ چھوٹے اور بڑے ظہور کے اعتبار سے فرق ہے۔

بِقَدَرِ آئینہ حسن تو مینا یدِ رُو

پس عرش مجید کے بعد ظلیت کے شائبہ کے بغیر تجلی کا دل انسانوں کے دل کا حصہ ہے اور دوسروں کو ظلیت دامن گیر ہے۔

جاتا چاہے۔ کہ ظہور عرشی اگرچہ شائبہ ظلیت سے مبرا ہے۔ لیکن وہاں صفات ذات تعالیٰ تقدس کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اور شیون اور اعتدات اس بلند ذات میں ثابت ہیں۔ اگرچہ اس مرتبہ میں صفات اور شیونات ذات کے لئے حجاب نہیں ہیں۔ لیکن دید و دانش میں شریک ہیں اور محبت و گرفتاری میں بھی شریک ہیں۔ احدیت مجرہ تعالت و تقدست کے گرفتار ان محبت کسی امر کی شرکت سے راضی نہیں ہیں۔ اور مطابق آیت کریمہ

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ۝

مَنْ لَوْ لَا دِیْنُ خَالِصِ اللّٰہِی کے لئے ہے

دین خالص کے خواہاں ہیں۔

صفات کی عدم شرکت درجات کے فرق کے مطابق انسان کی ہیئت وحدانی کا حصہ ہے۔ اور ہیئت وحدانی کا حصہ انسان کا دل ہے۔ اور جزوارضی کا حصہ انسان ہے۔ اور ان سب سے اوپر انسان کی وہ ہیئت وحدانی ہے۔ جو اس کی جزوارضی کی صورت میں سامنے آئی ہے اور اس کا رنگ پکڑا ہے۔ مختصر یہ کہ اس معاملہ کا عمدہ حصہ جزوارضی ہے۔ دوسرے امور تعینات نامذہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انسان میں دو چیزیں ایسی ہیں۔ جو عرش میں اور عالم کبیر کے لئے بھی ان دو چیزوں سے کوئی حصہ نہیں۔ انسان میں ایک تو جزوارضی ہے۔ جو عرش میں نہیں ہے۔ اور ایک ہیئت وحدانی ہے۔ جو عالم کبیر میں نہیں ہے۔ اور وہ شعور جو ہیئت وحدانی سے تعلق رکھتا ہے۔ انور علی نور ہے۔ جو عالم صغیر (قلب) کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس انسان ایک لہجہ ہے۔ جس

بِقَدَرِ آئینہ ترا حسن دکھائی دیتا ہے۔



نے خلافت کی لیاقت پیدا کی ہے اور امانت کے بوجھ کو اٹھایا ہے ۔

انسان کے نادر اور عجیب خصائص کے متعلق مَن ۔ کہ اس کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے ۔ کہ حضرت احدیت مجروحہ کا آئینہ ہونے کی قابلیت پیدا کر لیتا ہے ۔ اور صفات و شیونات کے اقتران و اتصال کے بغیر ہی ذات احد تعالیٰ شانہ کا مظہر بن جاتا ہے ۔ حالانکہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ہمہ وقت اپنی صفات و شیونات کی جامع ہے ۔ ذات تعالیٰ کے لئے کسی وقت بھی صفات و شیونات سے علیحدگی نہیں ۔

اس کی تفصیل یوں ہے ۔ کہ انسان کا بل جب ذات احدیت تعالیٰ و تقدس کے ماسوا کی گرفتاری سے آزاد ہو جاتا ہے ۔ تو ذات احد جل سلطانہ کے ساتھ گرفتاری پیدا کر لیتا ہے ۔ اور صفات و شیونات میں کچھ بھی اس کا ملحوظ ، منظور ، مقصود ، اور مطلوب نہیں ہوتا ۔ مطابق اَلْمَوَدَّۃِ مِّنْ اَحَبِّ " انسان اُس کے ساتھ ہوتا ہے ۔ جس سے اس کو محبت ہو " اس کے لئے حضرت احدیت مجروحہ کیساتھ ایک جہول الکیفیتہ اتصال پیدا ہو جاتا ہے ۔ اور وہ گرفتاری جو اُسے ذات احد جل سلطانہ کے ساتھ حاصل ہوئی تھی ۔ ایک بے چون قرب کی نسبت بے چون ذات کے ساتھ اس میں ثابت کر دیتی ہے ۔ اس وقت انسان کا بل ذات احد کا آئینہ بن جاتا ہے ۔ اس حیثیت سے کہ انسان کا بل میں صفات و شیونات میں سے کوئی چیز بھی اس میں مشہود اور دکھائی نہیں دیتی ۔ بلکہ اس میں احدیت مجروحہ تعالیٰ و تقدس ظاہر اور جلوہ گر ہو جاتی ہے ۔ " سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِیْمِ "

وہ ذات جو صفات سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتی تھی ۔ انسان کا بل کے شیشہ میں تجرہ کی حیثیت سے ظاہر اور جلوہ گر ہو گئی ۔ اور حسن ذاتی ، حسن صفاتی سے متمیز اور جدا ہو گیا ۔ اس طرح کی آئینہ داری اور مظہریت انسان کا بل کے سوا کسی کو میسر نہیں ہوئی ہے ۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس ، صفات و شیونات کے بغیر انسان کے سوا کسی چیز میں جلوہ گر نہیں ہوا ۔

عرش مجید عالم کبیر میں حضرت ذات جامع الصفات تعالیٰ و تقدس کا مظہر ہے ۔ اور انسان کا بل عالم صغیر میں حضرت ذات احد کا جو صرف اعتبارات سے ہے ، مظہر ہے ۔ یہ آئینہ داری انسان کے جمالیات میں سے ہے ۔ اور اللہ سبحانہ عطا کرنے والا ہے ۔ جو وہ عطا کرے اُسے کوئی روک نہیں سکتا اور جو اللہ روک لے ۔ اُسے کوئی عطا نہیں کر سکتا ۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْزُّمَرُ تَابَعَةُ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلٰمٌ  
اَصْحَابِہٖ الصَّلٰوٰتِ وَالدَّجِیَّاتِ الْعُصٰی



# مکتوب نمبر ۱۲

حضرت محمد الف ثانی قدس سرہ کے برابر ترقی ساروت آگاہ میں غلام محمد کی

طرف مآد فرمایا

اس بیان میں کہ فرشتہ اگرچہ اصل کو دیکھتا ہے۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن اس دولت شہود کو انسان میں کا بجزو کیا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ اسے بقا بخشی گئی ہے۔ اور اس کے مناسب طور کے بیان میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اٰطَعُوْا

ملاحظہ کرام علی بنینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اصل کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور اصل کی طرف متوجہ اور اصل کے ساتھ گرفتاری رکھتے ہیں۔ اور ظلیت کا شائبہ ان کے حق میں موقوف ہے۔ اس دنیا میں کم ہی ایسا ہوتا ہے۔ کہ انسان بیچارہ دائرہ ظلیت سے باہر قدم رکھتا ہو۔ اور آفاق و انفس کے آئینوں کے بغیر شہود دائمی پیدا کرتا ہے۔ اصل کے ساتھ وصول کے بعد انوار اصل کے غلبہ کا پرتو اس کے قلب کے آئینہ میں جلوہ گر کر کے اسے عالم کی طرف واپس کر دیتے ہیں۔ اور ناقصوں کی ترقیت اس کے حوالہ کر دیتے ہیں۔ اس رجوع میں اس کی بھی تربیت ہے۔ اور دوسروں کی بھی۔ کیونکہ انوار اصل کا پرتو جو انسان میں جزم کی حیثیت رکھتا ہے۔ مدت رجوع میں دوسری اجزاء کو بھی اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور اپنے رنگ سے رنگین بنالیتا ہے۔ جس طرح کہ دوسروں کو نقص سے کمال کی طرف لاتا ہے۔ اور غیب سے شہود کی طرف راہنمائی کرتا ہے۔ اور جب دعوت اور رجوع کی مدت مکمل ہو جاتی ہے۔ اور تحریر اپنی میعاد معین کو پہنچ جاتی ہے۔ تو اصل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور رفیق اعلیٰ کی ندا اس کی طبیعت سے بلند ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اور پراگندہ تعلقات سے نبات حاصل کرتے ہوئے مسلمان غیب سے شہادت کی طرف اٹھا کر لے جاتا ہے۔ اور معاملے کو گوش سے آفرش ہمارے آتا ہے۔ اور "موت ایک پہلے ہے جو دوست کو دوست سے ملتا ہے" یہاں صادق آتا ہے۔۔۔ جانا چاہیے۔ کہ فرشتہ اگرچہ اصل کا مشاہدہ کرتا ہے۔ اور انسان کا شہود انفس کے آئینہ میں ہے لیکن شہود کی اس دولت کو اس میں جزم کی طرح رکھا گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ بقا بخشی گئی ہے اور اس کے ساتھ متحقق کیا گیا ہے۔ بخلاف فرشتہ کے کہ اس میں یہ دولت جزم کی طرح نہیں رکھی گئی۔



وہ باہر سے نظارہ کرتا ہے۔ اور اُسے اس کے ساتھ بقا اور تحقق حاصل نہیں ہوتا۔ اصل کے ساتھ رنگین ہونا جو انسان کو میسر ہوا ہے فرشتہ کو میسر نہیں۔ اور وہ اختصاص جو خاکیلوں کو نصیب ہوا ہے۔ قدسیوں کو حاصل نہیں ہو سکا۔ اس لئے کہ اندر رہنے اور باہر رہنے میں بڑا فرق ہے۔ اگرچہ اندرونی دولت جزو کی طرح ہے۔ اور بیرونی کل کی طرح۔ لیکن اندر اندر ہے اور باہر باہر۔ ہمارا کلام اشارہ اور بشارت ہے۔ اس لئے خواص بشر خواص ملک سے افضل ہیں۔ اور خواص ملک کے ہوتے ہوئے انہوں نے ہی خلافت کا استحقاق پیدا کیا ہے۔

وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ  
زمین زادہ بر آسمان تاملتہ زمین و زمان را پس انداختہ

انسان کو یہ دولت جزو عارضی کے واسطہ سے میسر ہوئی ہے۔ اور قلب جو عرش الہی ہے۔ اسی عنصر خاص کی وجہ سے بنا ہے۔ جو کل کا جامعہ اور دائرہ امکان کا مرکز ہے۔ اُن زمین نے پستی اور کمزوری کی وجہ سے ہی یہ سب بلندی اور رفعت پیدا کی ہے۔ اور عاجزی نے اس کے سر کو بلند کیا ہے۔ کیونکہ "جو اپنے آپ کو اللہ سبحانہ کے لئے نیچے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُسے بلند کرتا ہے" اور جب انسان کامل دعوت اور رجوع کی مدت کے مکمل ہونے کے بعد اور اصل کے رنگ سے رنگین ہونے کے بعد اپنے اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور جنابِ قدس کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ تو اُسے ایک رابطہ اور انبساط میسر آتا ہے۔ یقین ہے کہ دوسرے کو میسر نہیں آ سکتا۔ اور جو قرب و مرتبہ اُسے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے کو نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اصل میں غانی ہو چکا ہے۔ اور اصل کے ساتھ بقا پیدا کر لی ہے اور اصل کے رنگ کے ساتھ رنگین ہو گیا ہے۔ دوسرے کو کیا مجال کہ اُس کے ساتھ برابر ہو سکے۔ اس لئے کہ دوسروں کا رنگین ہونا تجرّد و تنزّہ کے اعتبار سے اگرچہ اکمل اور اتم ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ باہر سے آیا ہے اس لئے عارضی فتنے کا علم رکھتا ہے۔ اور انسان کا رنگین ہونا چونکہ اندر سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ذاتی کا علم رکھتا ہے۔ اور دونوں میں بہت فرق ہے۔ یہ کمال انبیاء و صلوات اللہ تعالیٰ و تسلیعہ علیہم اجمعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ کہ خواص بشر سے بھی حضرات مراد ہیں۔ اور وراثت و تبعیت کے طور پر جس کو چاہیں۔ اس دولت عظمیٰ کے ساتھ مشرف فرمادیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و التحیّات کے صحابہ میں یہ دولت ان کی صحبت کی برکت سے پانی ہاتی تھی۔ اور غیر اصحاب کرام میں سے جس کو چاہتے ہیں نوازتے ہیں

لے زمین سے پیدا شدہ انسان آسمان پر چلا گیا۔ زمین و زمان کو بچے چھوڑتے ہوئے۔

اگرچہ حضورؐ سے بلکہ بہت ہی حضورؐ سے ہیں۔

اگر بادشاہ برادر پیرزن ، بیاید تو اسے خواجہ بہت مکن

اسے پروردگار بھرت سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات والتسلیمات اکملہا و اتتمہا ہمارے لئے ہمارے نور کو مکمل فرما۔ اور ہمیں بخش دے۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

## مکتوب نمبر ۱۳

مرزا شمس الدین کی طرف صادر فرمایا

اس کے خط کے جواب میں۔ اور اس بیان میں کہ علمائے غواہر کا حقہ کیا چیز ہے اور

بلند گروہ صوفیہ کا حقہ کیا۔ اور علمائے راسخین کا جو انبیاء کے وارث ہیں۔ کیا حصہ ہے۔

اور اس کے مناسب لکھنے کے مین میں

بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات۔ فیقر کہتا ہے۔ کہ آپ کا صحیفہ شریف جو آپ نے از روئے کرم صادر فرمایا ہے۔ انخوی اعزتی شیخ محمد طاہر نے پہنچایا۔ اور خوش وقت کیا۔ اس میں درج تھا۔ کہ زمانہ ملاقات کے حاصل ہونے تک ان مکتوبات سے مشرف اور یاد فرمائیں۔ جو نصیحت کی باتوں پر مشتمل ہوں۔ میرے مخدوم و مکرّم "الْبَيْهَقِيُّ هَبِي الدِّينُ وَمَا لَقْنَهُ" سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتحیات اکملہا۔ یعنی نصیحت یہی ہے کہ دین پر چلو اور حضور سید المرسلین علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی اختیار کرو۔

تبعی عقائد کے بعد دین و متابعت سے علمائے غواہر کا حقہ شرائع و احکام کا علم اور اس علم کے تقاضا کے مطابق عمل ہے۔ بلند گروہ صوفیا جو کچھ علماء رکھتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ احوال و معابد اور محکم و معارف سے بھی حصہ پاتے ہیں۔ اور علمائے راسخین کا حقہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے وارث ہیں۔ علمائے غواہر کے علم و عمل اور صوفیا کے احوال و معابد جدید کے علاوہ اسرار و دقائق بھی ہیں۔ جو تشابہات

۱۔ اگر بادشاہ بڑھیا کے دروازے پر آئے تو اسے خواجہ توحید سے اپنی مرغیں نہ اٹھیر۔



قرآنی میں پائے جاتے ہیں۔ اور جن کی طرف رمز و اشارہ ہو چکا۔ اور برسیل تاویل انہیں درج کیا جا چکا ہے پس یہ علمائے راستین ہی متابعت میں کامل اور وراثت کے ساتھ موصوف ہیں۔ یہ حضرت تبعیت اور وراثت کے طور پر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دولت خاص میں شریک ہیں۔ اور بارگاہ کے محرم راز ہیں۔ اس لئے ”علماء اثنی کا فیئہ“ بخاری سنن میں ”یعنی میری امت کے علماء نبی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں“ کے شرف سے مشرف ہوئے ہیں۔ تو ہم پر علما، عملا، عالما اور وجداً استیاد المرسلین اور حبیب رب العالمین علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین والملائکہ المقربین والہی الطاعة اجمعین الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ضروری ہے۔ تاکہ حصول وراثت کا وسیلہ بنے۔ جو درجات سعادت کی انتہا ہے۔

## مکتوب نمبر ۱۴

مولانا احمد برکی، کی طرف صادر فرمایا

ان کے اس استفسار میں کہ صاحب منصب ولی اپنے منصب کا علم

رکھتا ہے یا نہیں۔ اور دوسرا استفسار کہ خدائی اللہ اور بقا اللہ اس وقت

تک نصیب نہیں ہوا۔ اور اپنے احوال کی عدم اطلاع کے متعلق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ صَلَّیْ

آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے موصول ہوئے۔ ہمارے مصائب پر ماتم پڑسی کے متعلق آپ نے لکھا تھا۔ ”اِنَّا لَنَبِیْرٌ رَّاہُیْمُوْنَ“۔ یاروں اور دوستوں کو فرمائیں کہ ستر ستر ہزار مرتبہ کل طبع کلام اللہ پڑھ کر فرزند مرحوم خواجہ محمد صادق اور اس کی ہمشیرہ مرحومہ ام کلثوم کی روح کو بخشیں اور ستر ہزار بار کا ثواب ایک کو بخشیں اور دوسرے ستر ہزار بار کا ثواب دوسرے کی روح کو بخشیں۔ دوستوں سے دعا ہے کہ در غاتہ کی درخواست ہے۔

آپ نے لکھا تھا کہ مکتوبات میں درج ہے کہ صاحب منصب اپنے منصب کا علم رکھتا ہے میرے مخدوم، قطب الاقطاب صاحب علم ہوتا ہے۔ اور مختلف جگہوں کے قطب اس کے اجزاء کی طرح ہیں۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں ہوتے ہیں۔ بعض کو اپنے قطب مدار ہونے کا علم ہوتا ہے۔

اور بعض کو نہیں۔ آپ نے لکھا تھا۔ کہ قربانی اللہ اور بقا یا لذت اب تک حاصل نہیں ہوئی۔ کیا کیا جائے آپ صحبت میں بہت کم رہے ہیں۔ اور اتنی دیر بھی نہیں ٹھہرے کہ تمہیں تمہارے بعض احوال کے حاصل ہونے کی اطلاع دی جاتی۔ میں اب ہندوستان میں بیٹھا ہوا تمہاری فنا اور بقا کو دیکھ رہا ہوں۔ اور یہ دو کمال جن کا تم نے ذکر کیا ہے۔ میں تمہارے اندر ان کا احساس کر رہا ہوں۔ اور تم اس معنی کا انکار کرتے ہو۔ درمیان میں بڑا فائدہ حاصل ہے۔ جب تک ظاہری ملاقات میسر نہ ہو۔ مخفی احوال پر طبع کرنا دشوار ہے۔

مشائخ نے فنا اور بقا میں گفتگو کی ہے۔ جو سب رمز و اشعار کے طور پر ہے۔ اپنے آپ کے متعلق کیا پاسکتا ہے۔ اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ ہر ایک کو احوال کا علم عطا نہیں فرماتا۔ بلکہ ایک شخص کو احوال کا علم عطا کر کے پیشوا بنا دیتا ہے۔ اور پھر ایک گروہ کو اس کے ساتھ وابستہ کر کے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتا ہے۔

### خاص کتب بندہ مصلحت عام را

کاش کہ شیخ حسن کو چند روز اور نگاہ رکھ کر اس کے بعض احوال پر اطلاع کر کے تمہاری خدمت میں ہم بھیج سکتے۔ تمہارا آنا مشکل ہے۔ تمہارے سمجھ دار اور قابل دوستوں میں سے اگر کوئی آتا۔ اور چند روز یہاں ٹھہرنا اور بات بھی سمجھتا تو کتنا اچھا ہوتا۔ تاکہ ضروری چیزیں اُسے بتا دی جاتیں۔ مقصود یہ ہے۔ کہ احوال حاصل ہوں۔ احوال پر اطلاع ایک دوسری چیز ہے۔ باقی بوقت ملاقات انشاء اللہ تعالیٰ والسلام

ایک ضروری نصیحت یہ ہے کہ علوم کے درس و تدریس سے اپنے آپ کو کبھی معاف نہ رکھنا۔ بلکہ تمہارا تمام وقت درس میں ڈوبا ہونا چاہیے۔ ذکر و فکر کی جوس نہ کریں۔ رات کی گھڑیاں ذکر و فکر کے لئے بہت ہیں۔ شیخ حسن کو بھی سبق دیتے رہیں۔ اور بیکار نہ چھوڑیں۔ اور جب کہ وہ علاقے علم سے بہت کم حصہ رکھتے ہیں۔ تو وہاں علوم شرعیہ کو زندہ کریں۔ زیادہ بار بار کیا تاکید کروں۔ خواجہ ادریس کے مکشوفات کے اوراق موصول ہوئے۔ اکثر جگہیں نظر سے گزریں۔ یہ دراصل حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے بشارتیں ہیں۔ اُمید دار رہیں تاکہ یہ باتیں قوت سے فعل میں آجائیں

لے مصلحت عام کی خاطر اللہ تعالیٰ ایک بندہ سے کوہن پیتا ہے۔



# مکتوب نمبر ۱۵

قہر سالانہ کے سادات عظام، اور اس قصبہ کے باشندگان

اور نامور بزرگوں کے نام صاف فرمایا

اُمس خلیفہ کی مذمت میں جس نے عیدِ قربان میں خلفاء و راشدین رضی اللہ عنہم کا ذکر ترک کر دیا اور اس کے مناسب

امور کے بیان میں

”اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَصَلَاۃٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَضٰطَعٰی“

بلکہ سالانہ کے سادات عظام اور وہاں کے باشندگان اور نامور بزرگوں کے باعزت غلاموں کو تکلیف دینے کا باعث یہ ہے۔ کہ سننے میں آیا ہے۔ کہ اس شہر کے خلیفہ نے عیدِ قربان کے خطبہ میں خلفاء و راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر ترک کیا ہے۔ اور ان کے متبرک اسماء گرامی نہیں ملے۔ اور یہ بھی سننے میں آیا ہے۔ کہ جب کچھ لوگوں نے اس بارے میں اس سے دریافت کیا تو وہ بھول اور نسیان کا عذر کرنے کی بجائے سرکشی سے پیش آیا ہے۔ اور کہا ہے کہ کیا ہو گیا اگر خلفاء و راشدین کے نام مذکور نہیں ہوئے نیز یہ بھی سننے میں آیا ہے۔ کہ وہاں کے اکابر اور باشندگان نے اس بارے میں سستی کی ہے۔ اور اس بے انصاف خلیفہ کے ساتھ سختی اور درشتی کے ساتھ پیش نہیں آئے۔

واستے نہ کیا بار کہ صدارت وائے

خلفاء و راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر پاک اگر خطبہ کے شرائط میں سے نہیں ہے۔ لیکن اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ معین کے شعائر میں سے ضرور ہے۔ ان کے ذکر مبارک کو قصداً اور سرکشی کے ساتھ وہی ترک کر لیا۔ جس کا دل مرعوب اور باطن غبیث ہے۔ اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ اس نے تعصب اور عناد سے ترک نہیں کیا۔ تاہم ”مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ“ (جس نے کسی قوم سے مشابہت پیدا کی وہ انہیں میں شمار ہوگا) کی وعید کا کیا جواب ہوگا اور تہمت کی جگہ سے کیسے خلاصی ملیگی۔ حالانکہ فرمانِ نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے ”اَتَّقُوا صَوَاعِدَہُمُ النَّہْمَ“ تہمت کی جگہ سے بچو۔ اور اگر یہ شخص حضراتِ شیعیں کی تقدیم و تفضیل میں توقف کرتا ہے۔ تو اہل سنت کے طریقے کا تبارک



ہے۔ اور حضرات ختین (حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہم) کی محبت میں شک رکھتا ہے۔ تو بھی اہل حق سے خارج اور دُور ہے۔ اور بعید نہیں کہ اس بے حقیقت خطیب نے جو کشمیری ہونے کے ساتھ منسوب ہے۔ اس خبث و پلیدی کو کشمیر کے بدعتیوں، رافضیوں سے اخذ کیا ہو۔ اُسے سمجھانا چاہیے کہ حضرات شیخین کی افضلیت اجماع صحابہ اور تابعین کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے۔ چنانچہ اس اجماع کو اکابر ائمہ کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ ان ائمہ میں سے ایک حضرت امام شافعی ہیں (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) شیخ امام ابوالمحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

إِنَّ تَقْوِيْلَ أَلِيٍّ بِكِبَرٍ ثُمَّ تَعَسَّرَ  
عَلَى يَفِيَّةِ الْأُمَمَةِ قَطْعِيٌّ  
بیشک ابو بکر پھر عمر کا باقی امت پر افضل ہونا  
قطعی ہے۔

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔

وَقَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ  
بِخِلَافِهِ وَكَرْسَى مَلِكَةِ رِبْلَيْنِ  
الْجَمْعُ الْغَفِيرُ مِنْ شِيعَتِهِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ  
وَعُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَفْضَلُ أُمَّةٍ  
ثُمَّ قَالَ وَرَوَاهُ عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ نَيْفٌ وَمُتَاوَنُونَ لَفْسًا وَعَدَمِنْهُمْ  
جَمَاعَةٌ ثُمَّ قَالَ فَقَبِضَ اللَّهُ الرَّافِضَةَ  
مَا أَجْهَلُكُمْ

بیشک حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان  
کھڑا نہ خلافت اور کرسی سلطنت میں اور بہت  
بڑے جمع کے سامنے اور آپ کے ملنے والوں  
کے روبرو توازن کے ساتھ یہ بات ثابت ہو چکی  
ہے کہ بے شک حضرت ابو بکر اور عمر رضی  
اللہ تعالیٰ عنہما تمام امت سے افضل ہیں اور  
اس بات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی  
سے کچھ اوپر افواہ نے نقل کیا ہے۔ اور ان میں سے  
ایک جماعت کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ پھر انہوں نے  
فرمایا۔ اللہ تعالیٰ رافضیوں کو ذلیل کرے۔

کتنے جاہل ہیں یہ لوگ

اور روایت کیا ہے امام بخاری نے جن کی کتاب اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح ہے۔  
کہ نبی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد لوگوں میں سے سب سے بہتر ابو بکر ہیں۔ پھر عمر۔ پھر  
ایک اور آدمی۔ تو ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا پھر آپ ہو گئے۔ تو حضرت علی نے فرمایا۔ سوائے اس  
کے نہیں کہ میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے علاوہ  
دوسرے اکابر صحابہ اور تابعین سے اس قسم کی بہت اور مشہور روایات موجود ہیں۔ جن کا انکار نہیں



کر لیا مگر جاہل یا ہندی۔

اور اس بے انصاف خطیب سے کہنا چاہیے کہ ہمیں حضور علیہ السلوٰۃ والسلام کے تمام صحابہ کرام کے ساتھ محبت رکھنے کا حکم ہے۔ اور ان سے بغض رکھنا اور انہیں تکلیف دینا ممنوع ہے۔ آپ کے دونوں داماد (حضرت عثمان و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما) اکابر صحابہ اور آنسور علیہ وعلیہم السلوٰۃ والتسلیمات کے رشتہ داروں میں سے ہیں۔ اس لئے محبت اور دوستی کے بہت حقدار ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ  
فِي الْقُرْبَىٰ

آپ فرمادیں۔ میں نہیں مانگتا ہوں تم سے  
اس پر اُجرت مگر دوستی قریبیوں کے  
ساتھ

اور حضور علیہ السلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اللَّهُ اللَّهُ بِنِي أَصْحَابِي لَا تَتَّخِذُوا هُمْ قُرُونًا  
مِنْ بَلَدِي فَمَنْ أَحْبَبَهُمْ فَحَسْبِيَ أَحَبَّهُمْ وَ  
مَنْ أَبْغَضَهُمْ فَبِغْضِي أَبْغَضَهُمْ وَمَنْ  
أَذَاهُمْ فَقَدْ أَذَانِي وَمَنْ أَذَانِي فَقَدْ  
أَذَى اللَّهِ وَمَنْ أَذَى اللَّهِ فَيُوشِكُ  
أَنْ يَأْخُذَهُ

میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ ان  
کو میرے بعد لعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناؤ۔ تو جس  
نے ان سے محبت کی اس نے میرے ساتھ محبت  
کی بنا۔ پر ان سے محبت کی اور جس نے ان سے  
دشمنی کی تو اس نے میرے ساتھ دشمنی کی بنا۔ پر  
ان سے دشمنی کی۔ اور جس نے انہیں تکلیف دی  
بیشک اس نے مجھے تکلیف دی اور جس نے مجھے  
تکلیف دی اس نے اللہ کو تکلیف دی۔ تو قریب  
ہے کہ اللہ اسے پکڑ لے۔

ترمذی شریف

اس قسم کا بدبو دار پھول ابتدا سے لیکر اس وقت معلوم نہیں کہ ہندوستان میں کھلا ہو۔ قریب  
ہے کہ یہ معاملہ پورے شہر سامانہ کو تبہم کر دے بلکہ ہندوستان پر سے اعتماد اٹھ جائے۔ بادشاہ وقت  
(اللہ بچائے اسے دشمنان اسلام پر فتح و نصرت عطا کرے) اہلسنت سے ہے۔ اور حنفی مذہب ہے۔  
اس کے دور حکومت میں اس طرح کی بدعت کا مرتکب ہونا بڑی دلیری ہے۔ بلکہ فی الحقیقت بادشاہ  
کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اور اولی الامر کی اطاعت سے نکلنے والی بات ہے۔ اس کے باوجود تعجب  
ہے۔ کہ وہاں کے مہندوان عظام اس واقعہ میں اپنے آپ کو بے قصور خیال کرتے ہیں اور سستی کرتے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اہل کتاب کی مذمت کرتے ہوئے فرماتا ہے -

لَا يَنْفَعُهُمُ الرَّبُّ إِنِّي أَنْتَ وَأَلْخَبَارُ عَنْ قَوْلِهِمْ إِلَّا تَمْرًا وَكَرِيمًا السَّخْتِ وَ يَفْسُ مَا كَانُوا يَفْسَعُونَ ط  
نیز اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے -

كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُكْذِبِ فَعَلُوهُ يَفْسُ مَا كَانُوا يَفْسَعُونَ ط  
یہ لوگ برائی کرنے والوں کو بُرائی سے نہیں روکتے تھے۔ البتہ بہت ہی بُرا ہے جو وہ کرتے ہیں۔

”سورة المائدہ ص ۶“

۱۔ اس قسم کے واقعات کے رونما ہونے کے باوجود غفلت برتنا بد عقیدہ لوگوں کو دلیر کرنے والی بات ہے۔ کہ دین میں رشہ انداز ہونے کے مترادف ہے۔ یہ بات بھی سمجھتیوں میں شمار ہوتی ہے۔ کہ مہدی کی جماعت وہاں کھلے ہندوں اہل حق کو اپنے باطل مسلک کی طرف دعوت دیتی اور تھوڑی مدت میں ایک دو افراد کو بیڑیوں کی طرح ریوڑ سے اٹھا لیتے ہیں۔ زیادہ کیا تکلیف دے جبکہ یہ وحشت انگیز خبر سننے میں آئی۔ اور اس نے شورش پیدا کی اور میری رگ فاروقی کو حرکت دی تو یہ کلمات لکھ دیئے۔ امید ہے کہ معذور قرار دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيَّ وَسَلَامٌ عَلَى سَائِرِ مَنْ اتَّبَعَ الْهُدَى وَالْقَوْمُ مُتَابِعَةُ الْمُضْطَلِّينَ عَلَيْنَا وَعَلَى آلِهِمُ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامَاتُ وَالْبَرَكَاتُ وَالْخَيْرَاتُ

## مکتوب نمبر ۱۶

شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف صادر فرمایا

اس کے استفسارات کے جواب میں اور برزخ صغریٰ کے عجائب و غرائب کے بیان میں

اور مرگ طاعون اور اس کے مناسب امور کے بیان میں

”الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى“



آپ کا صحیفہ شریف موصول ہوا۔ اس میں درج تھا کہ اس علاقہ میں دو بڑے زبردست حادثے رونما ہوئے ہیں۔ ایک طاعون کا حادثہ اور دوسرا قحط کا۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تم کو ان بلیات سے بچائے رکھے۔

آپ نے لکھا تھا کہ ان فتنوں کے باوجود دن رات عبادت و مراقبہ میں گزرتے ہیں۔ اور باطن معمور اور آباد ہے۔ اس حال پر اللہ سبحانہ کی حمد اور احسان ہے۔ جو سوالات آپ کے مکتوب میں درج تھے۔ ان کا جواب حسبِ ذیل ہے۔ سنتوں میں اکثر اوقات چار قل کی تلاوت کرنی چاہیئے۔ اور مردوں کیلئے مسنون کفن تین کپڑے ہیں۔ دستارِ قدرِ مسنون سے زائد ہے۔ ہم قدرِ مسنون پر کفایت کرتے ہیں۔ اور ہم عہدِ نامہ نہیں لکھتے۔ کیونکہ پلیدیوں کے ساتھ آلودہ ہونے کا احتمال ہے۔ اور سندِ صحیح سے بھی ثابت نہیں۔ اور علماءِ ماوراء النہر کا عمل بھی نہیں۔ اور مشائخ سے تبرک کے طور پر حاصل شدہ پیراہن کو اگر کفن میں قمیص کی جگہ استعمال میں لائیں تو اس کی گفالت ہے شہدائے کرام کے کپڑے ہی ان کے کفن ہیں۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصیت کی تھی۔ کہ ”مجھے میرے ان دو کپڑوں میں ہی کفن دینا“

برزخِ صغریٰ (قبر) جبکہ ایک جہت سے مقامِ دنیوی میں سے ہے۔ اس لئے ترقی کا احتمال رکھتی ہے۔ اور عالمِ قبر کے احوال اشخاص کے تفاوت سے آپس میں بڑا فرق رکھتے ہیں۔

اَلَا يَنْبَاؤُكُمْ يَسْلُوْنَ فِي النَّبُوْرِ ۝  
انبیاء و کرام قبور میں نماز ادا فرماتے ہیں

یہ حدیث آپ نے سنی ہوگی

اور ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام شبِ معراج جب حضرت کلیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر مبارک کے نزدیک سے گزرے تو دیکھا کہ آپ قبر میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اور اسی لمحہ میں جب آپ آسمان پر پہنچے تو حضرت کلیم کو دہاں پایا۔ اس جگہ کا معاملہ بڑے عجائب و غرائب رکھتا ہے۔ ان آیات میں جب کہ میرے فرزندِ اعظم مرحوم کی وفات واقع ہونے کے باعث اس عالمِ قبر کی طرف توجہ اور نظر کرنے کا اتفاق زیادہ ہوتا ہے۔ اس بناء پر بہت سے امرا و غریبہ ظہور پذیر ہوتے ہیں کہ

لے یعنی قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ اِنَّ قُلَّ هُوَ اللّٰهُ اَسْعَدُ اِيَّاهُ قُلَّ اَعُوذُ بِكَ الْعَلَقِ اِنَّ قُلَّ اَعُوذُ بِكَ اِنَّ اِيَّاهُ

لے لیکن دُعا میں ہے۔ اگر میت کی پشانی یا اس کے حواس یا کفن پر عید، مدد کا جائے۔ تو امید ہے کہ اللہ اس کی مغفرت فرمائے گا۔

اگر ان کا قصورِ ناحقہ بھی بیان کرے تو کئی فتنوں کا باعث بن جائے۔

اگرچہ عرشِ مجیدِ جنت کی چمت ہے۔ تمام قبر بھی جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے اگرچہ عقل کوتاہ اندیش اس کا تصور کرنے سے عاجز ہے۔ وہ دوسری آنکھ ہے۔ جو ان عجائبات کا تماشا کرتی ہے۔ جس طرح کس طرح کر کے۔ اگرچہ صرف ایمان بھی موجبِ نجات ہے۔ لیکن کلمہ طیبہ کی قبولیت اور بلندیِ عملِ صالح کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور موت و باسے بھاگنا گناہِ کبیرہ ہے۔ جس طرح کفار سے جنگ کے دن مورچے سے بھاگنا گناہِ کبیرہ ہے۔ اور جو شخص و باکی زمین میں صبر کے ساتھ رہے۔ اور وہیں مر جائے۔ شہداء میں سے ہے۔ اور فتنہ قبر سے محفوظ ہے۔ اور اگر صبر کرے اور نہ کرے تو غازیولما میں سے ہے۔

إِنْ قَالَ لِي مَتِّ مَتِّ مَنَعًا ذُطَاعَةً وَقُلْتُ لِي دَاعِي النُّوتِ أَهْلًا وَسَهْلًا

چند روز سے بلفم اور کھانسی نے نڈھال کر رکھا ہے۔ جسمانی صفتِ لاحق ہے۔ اس مجبوری کے تحت صرف جوابات پر ہی کفایت کی ہے۔

والسلام

## مکتوب نمبر ۱

مرزا مسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا

”اس بیان میں کہ اس عالم کی مصیبتیں اگرچہ بظاہر زخم لگاتی ہیں۔ لیکن فی الحقیقت ترقیات کا باعث اور مرہم ہیں۔ اور مرضی طاعون کی فیضیت اور اس کے مناسب امور کے بیان میں “ بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات۔ فقیر رنج دینے کا باعث بن رہا ہے۔ کہ آپ کا مکتوب شریف جو آپ نے دربارہ ماتم پڑھی ہمراہ شیخ مصطفیٰ اور سال کیا تھا۔ فقیر اس کے مضمون سے مستفید ہوا۔ اِنَّا بِاللّٰهِ وَ اَنَا الْيَتِيْمُ وَ اَجْعُوْنَ یہ مصیبتیں بظاہر زخم ہیں۔ لیکن فی الحقیقت بعنايت اللہ سُبْحَانَهُ ترقیات اور مرہم ہیں۔ وہ نتائج و ثمرات جو اس دنیا میں ان پر مرتب ہوتے ہیں۔ ان ثمرات و نتائج

لے لے کر کہتا ہے کہ مر جا تو بخوشی مر جا ہوں اور دینی موت کا اہل و سہلہ کچھتے ہوئے استقبال کرتا ہوں۔



کا سوواں حصہ ہیں۔ جن کی حق تعالیٰ کی عنایات سے آخرت میں توقع اور امید ہے۔

پس فرزندوں کا ہونا عینِ رحمت ہے۔ ان کی زندگی میں منافع اور فوائد ہیں اور ان کی موت پر بھی نتائج و ثمرات مرتب ہوتے ہیں۔

امام اجل محمدی السنتہ علیہ السلام میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عبداللہ بن زبیر کے زمانہ خلافت میں تین دفعہ طاعون پڑا۔ اور اس طاعون میں حضور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے خادم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تراسی لڑکے فوت ہو گئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن کے حق میں دعا برکت کی تھی۔ اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے چالیس لڑکے فوت ہو گئے۔ جب کہ حضرت خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کرام کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے ہیں۔ تو ہم گناہ گار کس حساب اور شمار و قہار میں ہیں۔

حدیث میں وارد ہے۔ کہ پہلی امتوں کے لئے طاعون عذاب تھا۔ اور اس امت کیلئے شہادت کا ذریعہ ہے۔ بلاشبہ اس بلا میں بہت سے لوگ مرتے ہیں۔ بڑے حضورِ دل اور توجہ الٰہی الاخرت کی حالت میں مرتے ہیں۔ خواہش پیدا ہوتی ہے۔ کہ کوئی دوسرا بھی اس بلا والی جماعت سے لاحق ہو جائے۔ اور دنیا سے آخرت کی طرف سامان اٹھالے جائے۔ یہ بلا اس امت میں بظاہر غضب ہے۔ لیکن باطن میں رحمت ہے۔

میاں شیخ طاہر نے نقل کیا تھا۔ کہ لاہور طاعون کے ایام میں ایک شخص دیکھا گیا۔ کہ جس کو ملا لنگہ کہتے ہیں۔ جو ان ایام میں نہیں ملے گا۔ حسرت اور افسوس کرے گا۔ ہاں جب بھی ان طاعون سے فوت ہونے والوں کے حالات پر نظر ڈالی جاتی ہے۔ تو احوالِ غریبہ اور معاملاتِ عجیبہ مشاہدے میں آتے ہیں شاید شہدائے فی سبیل اللہ انھیں خصوصیات سے ممتاز ہوتے ہیں۔

میرے مخدوم! میرے فرزند عزیز خواجہ محمد صادق اقدس مرقی وفاتِ عظمیٰ مصائب میں سے ہے معلوم نہیں کہ کوئی شخص کس طرح کی مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہو۔ لیکن اس مصیبت میں جو بعدِ رحمتِ حق مجاہدِ حق سے اس ملکِ گیارہویں نموتوں اور عظیم انعامات میں سے ہے۔ یہ ناچیز حق مجاہدِ حق سے التجا کرتا ہے کہ اس مصیبت کی جزا آخرت کیلئے تیار رکھے۔ اور دنیا میں اس کی کچھ بھی جزاء ظاہر نہ ہو۔ اگرچہ حق یہ جانتا ہے کہ یہ سوال بھی تکی سینہ کے باعث ہے۔ ورنہ وہ تعالیٰ واسع المغفرہ ہے۔ اور اللہ ہی کے قبضہ میں دنیا و آخرت ہے۔ اور دونوں سے بھی ذریعہ رحمت ہے۔ کہ وہ امداد، اعانت، سلامتی خاتمہ کی دعا کرتے رہیں اور انسانیت کو لازمِ لغزشوں اور بشریت کی وجہ سے پیدا ہونے والی کوتاہیوں سے درگزر کریں۔ اسے ہمارے پروردگار! ہمارے گناہ بخش۔ اور ہمارے

کاموں میں ہماری زیادتیوں کو بھی بخش اور ہمیں ثابت قدمی عطا فرما اور کافروں پر ہماری مدد و نصرت فرما۔  
وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ رَبِّكَ وَبَارِكُ اسْمِهِ

مکتوب نمبر ۱۸

شیخ جمال ناگوری کی طرف صادر فرمایا

اس بیان میں کہ علماء و متنفذین کا کیا حق ہے۔ اور علماء غلو اس کا کیا۔ اور صوفیہ کا کیا حق ہے اور

اُس کے التماس کا جواب جو اُس نے کہا تھا

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اسْتُقِي ط

الْعُلَمَاءُ وَرِثَةُ الْأَنْبِيَاءِ

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ہی علماء و عظام کی مدح و ثنا کے لئے کافی ہے۔ علم وراثت

علم شریعت ہے محمد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا باقیماندہ ہے۔ اور علم شریعت کا ایک صورت ہے

اور ایک حقیقت - صورت وہ ہے جو ظاہری علماء کا حصہ ہے . شکر اللہ تعالیٰ سعیم - اور

تھکیمات کتاب و سنت سے تعلق رکھتا ہے۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے۔ جو علماء و راہنمین رضی اللہ

تعالیٰ منعم کا حصہ ہے۔ یہ کتاب دسنت کے مشابہات سے تعلق رکھتی ہے۔ حکمت اگرچہ اُقبہات

کتاب ہیں۔ لیکن ان کے نتائج و ثمرات مشابہات ہیں۔ جو کتاب کے مقاصد ہیں۔ اہمات حصول

سناج کے لئے وسائل سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ پس کتاب کا لب (معنی) مشاہدات میں۔ اور

ممکات ان کا چھلکا ہیں۔ مشابہات ہی میں۔ جو رمز اور اشارہ کے طور پر اصل کو بیان کرتی ہیں۔ اور

اس معاملہ کی حقیقت کا نشان بتاتی ہیں۔ علماءِ راستین نے چھلکے کو مغز کے ساتھ جمع کر لیا ہے۔ اور

شرعیات کی صورت و حقیقت کے مجموعے کو پالیا ہے۔ اور ان بزرگوں نے شریعت کو اس شخص کی

طرح تصور کی ہے۔ جس کا پوست اور مغز صورت اور حقیقت ہو۔ سرائح اور احکام کے علم کو انہوں نے

عمورت تملویت ہا ہے ۔ اور حقانی اور اسرار کے علم کو حقیقت تملویت کہاتے ۔ اور ایک جماعت



نے صورتِ شریعت میں گرفتار ہو کر اس کی حقیقت سے انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے اپنا سپر اور عقداً ہدایہ اور بزدلی کے کسی چیز کو قرار نہیں دیا۔ اور ایک دوسری جماعت اگرچہ حقیقتِ شریعت میں گرفتار ہوئی ہے۔ لیکن چونکہ انہوں نے اس کو شریعت کی حقیقت نہیں مایا۔ بلکہ شریعت کو صورت میں منحصر رکھا ہے۔ اور اُسے پوستِ خیال کیا ہے۔ اور لب و مغز کو اس کے ماسوا میں تصور کیا ہے۔ تو ناچار اس وجہ سے اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہو سکے۔ اور متشابہات سے کچھ حصہ نہ پاسکے۔ تو علماءِ راسخین ہی درحقیقت وارث ہیں۔ اللہ سبحانہ ہمیں اور تمہیں ان کے محبتین اور ان کے نشانات پر چلنے والوں میں سے کرے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اخوی میاں شیخ نور محمد نے آپ کی طرف سے ظاہر کیا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا ہے۔ کہ ہمیں دوسرے سلاسل کے مشائخ سے اجازتیں ہیں۔ اور سلسلہ نقشبندیہ کی جانب سے بھی ہیں اجازت چاہتا ہوں۔

مذموم و مکرم! پیری و مریدی طریقہ نقشبندیہ میں طریقہ کے سکھانے اور سیکھنے سے ہے۔ کلاہ اور شجرہ سے نہیں۔ جس طرح کہ دوسرے سلاسل میں متعارف ہے۔ ان بزرگوں کا طریقہ صحبت ہے اور ان کی تربیت انعکاسی ہے۔ اس بنا پر ان کی ہدایت میں دوسروں کی نہایت درج ہے اور اُن کا راستہ بالکل قریب ہے۔ ان کی نظر امراضِ قلبیہ کو شفا دیتی ہے۔ اور اُن کی توجہ باطنی بیماریوں کو دفع کرتی ہے۔

نقشبندیہ عجیب قافلہ سالار اند کہ برند از روپنہاں بحرّم قافلہ را  
امید ہے کہ معذور جانیں گے۔ نیک لوگ عذر قبول کرتے ہیں۔

والسلام

## مکتوب نمبر ۱۹

میر محمد الشد کی طرف سے مقرر فرمایا

نقشبندی عجیب قافلہ سالار میں کہ پوشیدہ پوشیدہ قافلے کو حرمِ ملک پہنچا دیتے ہیں۔

روشن سنت کی اتباع، ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب، اور اس کے مناسب امور کے،

بیان میں

بعد الحمد والصلوة و تبلیغ الدعوات۔ سیادت پناہ اخوی داعزی میر محبت اللہ کی خدمت میں عرض ہے۔ کہ ان حدود کے فقراء کے حالات و کوائف تفریق کے لائق ہیں۔ اللہ سبحانہ سے درخواست ہے کہ وہ تمہیں سلامتی، ثبات قدمی اور استقامت عطا کرے۔  
اس مدت میں آپ نے اپنے علاقہ کے حالات کی کیفیت سے مطلع نہیں کیا۔ بعد مسافت رکاوٹوں میں سے ہے۔

نصیحت بس یہی ہے کہ دینی احکام کا التزام ہو۔ اور حضور مید المرسلین علیہ و علی آلہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت اختیار کی جائے۔ اور سنتِ سنیتہ کا بجالانا اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب اختیار کیا جائے۔ اگرچہ بدعتِ مع کی روشنی کی طرح دکھائی دیتی ہو۔ کیونکہ بدعت میں فی الحقیقت کوئی نواز اور بنیائیں نہیں۔ اور ہمد کے لئے اس میں کوئی شفا نہیں۔ اور نہ کسی مرض کے لئے اس میں علاج ہے۔ یہ خوبیاں بدعت میں کیسے پائی جاسکتی ہیں۔ بدعت یا تو رافعِ سنت ہے یا اس سے خاموش اور بدعتِ سالکہ ضروری ہے۔ کہ سنت پر زائد ہو۔ تو اس طرح وہ بھی فی الحقیقت سنت کی رافع ہے۔ کیونکہ نفس پر زیادتی نفس کا نسخ ہے۔ لہذا جو بدعت بھی ہو وہ ضرور سنت کو مٹاتی ہے۔ اور اس کے مخالف ہوتی ہے۔ لہذا بدعت میں کوئی خیر اور حسن نہیں۔ اور کاش کہ میں جان لیتا کہ دینِ کامل میں پیدا شدہ بدعت کو حسن کہنے والوں نے کیسے اسے حسن کہنے کا فیصلہ کر لیا۔ حالانکہ دینِ کامل ہو چکا۔ اور پسندیدہ اسلام کی نعمت مکمل ہو چکی۔ اور انھیں یہ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ دین کے اکمال و اتمام کے بعد اس میں عہد کا اجرا اور اس سے رضائے الہی کا حاصل ہونا درستی سے دور ہے۔ تو حق کے بعد نہیں مگر گمراہی آہ اگر وہ جانتے کہ دینِ کامل میں کسی محدث (بدعت) کو حسن کہنا اور اس کے عدمِ کمال کو مستلزم ہے۔ اور نعمت کے نامکمل ہونے سے خبر دیتا ہے۔ تو وہ ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔ اے اللہ! ہمیں نہ کپڑا اگر ہم بھول جائیں یا خطا کر بیٹھیں۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلَىٰ مَنْ لَّدُنْكُمْ



## مکتوب نمبر ۲۰

مولانا محمد طاہر بخشنی کی طرف سے صادر فرمایا

نماز کے فضائل میں اور اس امر کی ترغیب میں کہ اس کے ارکان، شرائط، آداب اور

تعدیل ارکان کا حقیقہ، بجالانے چاہئیں اور ان کے مناسب اُتھ کے بیان میں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہٖ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

آپ کا وہ مکتوب شریف جو آپ نے جوپور کی طرف سے لکھا تھا موصول ہوا۔ چونکہ وہ کمزوری بدن کی خبر پر مشتمل تھا۔ اس لئے بے آرامی کا باعث ہوا۔ فقیر تندرستی کی اطلاع کا منتظر ہے۔ کسی آنے والے کے ذریعے اطلاع کرنا اور اپنے احوال کی کیفیات تحریر کرنا۔

اسے محبت کے اطوار والے! جب کہ یہ دنیا دلوں میں ہے۔ اور دایرہ جزاء دایرہ آخرت ہے۔ اس لئے اعمال صالحہ کے بجالانے میں کوشش اور سعی کرنی چاہیے۔ بہترین اعمال اور فاضل ترین عبادات نماز کا قائم کرنا ہے۔ کیونکہ یہ دین کا ستون اور مومن کی معراج ہے۔ اس لئے اس کے ادا کرنے میں پورا پورا اہتمام کرنا چاہیے اور احتیاط کرنی چاہیے کہ اس کے ارکان، شرائط، سنتیں، مستحبات پورے پورے ادا ہوں۔ نماز میں اطمینان اور تعدیل ارکان کی تکرار کے ساتھ بار بار تاکید کی جاتی ہے۔ اس کا بہت زیادہ خیال رکھیں۔ کیونکہ اکثر لوگوں نے نماز کو ضائع کر رکھا ہے۔ اور تعدیل ارکان کو درہم برہم کر چکے ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے بہت وعیدیں اور ڈانٹ کے الفاظ وارد ہیں۔ جب نماز درست گئی تو بڑی امید ہے کہ نجات میسر آجائے کیونکہ دین قائم ہو گیا۔ اور عروج کا معراج اپنی انتہا کو پہنچ گیا۔

بیشکر غلطی اے صفرائیاں از برائے کور ہی سودائیاں

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنْ اَشْبَهَ الْاَمْدَی وَالْاَوْفَرَ مُسَابِقَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

عَلٰی الصَّلٰوَاتِ وَالتَّلٰوِیٰتِ الْعُسْیٰ

## مکتوب نمبر ۲۱

خواجہ محمد صدیق مقلب بہ ہدایہ کو مائد فرمایا

اس بیان میں کہ حدیث قدسی لایسعی ارضی الہ میں قلب سے مراد گوشت کا ٹکڑا ہے نہ کہ حقیقت جامعہ جس کی وسعت سے بعض مشائخ نے خبر دی ہے۔ لیکن گوشت کا وہ ٹکڑا مراد ہے۔ جس نے سلوک و ہذب، تصفیہ و تزکیہ اور تمکین قلب اور اطمینان نفس کے بعد اجزاء و مشرو سے ترکیب پائی ہے۔ اور فطرت و مدانی ہدایت کی ہے۔ اور گوشت کے اس ٹکڑے کی فضیلت حقیقت ہا ممبر چند و ہر سے ہے۔ اور اس بیان میں یہ تمام کمالات جو اس پارہ گوشت کے سلسلے ثابت ہیں۔ مقام قاب و کین میں کہیں۔ اور اذنی کا مائد اس سے بھی ذرا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰوةٌ عَلٰی عِبَادِہِ الْبَٰدِیْنَ اَمْسَطْنٰی اُپ نے پوچھا تھا کہ تو نے اپنے مکتوبات و رسائل میں لکھا ہے۔ ظہور قلبی ظہور عرشی کا لعل ہے۔ اور فضیلت کلی صرف ظہور عرشی کیلئے ہے اور حدیث قدسی میں آیا ہے۔

لَا یَسْعٰی اَرْضَی وَلَا سَمٰوٰی وَلَا یَحْنُ یَسْعٰی قَلْبُ عَبْدِی الْفٰزِرِ ط نہیں وسعت رکھتے میری۔ نہ میری زمین اور نہ میرا آسمان۔ بلکہ میری وسعت میرے بندہ مومن کا دل رکھتا ہے۔

اس حدیث سے لازم آتا ہے کہ ظہور قلبی اتم ہے۔ اور فضیلت بھی اسی کے سلسلے ثابت ہے۔ محبت کے نشانات و اسے اس سوال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے۔ جاننا چاہیے کہ ارباب ولایت قلب بول کر اس سے انسان کی حقیقت جامعہ مراد لیتے ہیں۔ جو عالم امر سے ہے۔ اور بزبان نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیۃ قلب اس پارہ گوشت سے عبارت ہے۔ جس کی درستی کے ساتھ بدن کی درستی اور اس کے فساد سے بدن کا فساد وابستہ ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی علیہ وعلی الہ الصلوٰۃ والتسلیمات میں وارد ہے کہ

اِنَّ فِیْ جَسَدِ ابْنِ اٰدَمَ لَمُضْغَةً اَمَّا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّہٗ وَاَمَّا فُسَدَتْ فَفَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّہٗ اَلَا وَہِی الْقَلْبُ ط بیشک انسان کے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جب وہ درست ہوتا ہے۔ تو سارا بدن درست ہوتا ہے۔ اور جب وہ خراب ہوتا ہے تو سارا بدن خراب ہوتا ہے۔ سن لو

کہ وہ قلب ہے بخاری خریف



وسعت قلب اطلاق اول کو لازم ہے۔ یہیں سے ہے کہ جنید و یازید قدس سرہما نے وسعت قلب سے خبر دی ہے۔ اور عرش و مافیہ کو عظمت قلب کے سامنے حقیر گمان کیا ہے۔ اور دل کی تنگی اطلاق ثانی کو لازم ہے۔ اس مقام میں قلب اس قدر تنگ ہے کہ جز لا یجزئی کی بھی جو تمام شیا اسے اصغر اور حقیر چیز ہے۔ اس میں گنجائش نہیں۔ بعض اوقات جب تنگی قلب کو جز لا یجزئی کے ساتھ نسبت دی جاتی ہے۔ تو وہ حقیر جز (جز لا یجزئی) قلب کے مقابلے میں آسمانوں اور زمینوں کے طبقات کی طرح عظیم دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ اسے ذہن میں رکھو۔

جب یہ مقدمہ معلوم ہو گیا۔ تو جان لو کہ وہ ظہور جو حقیقت جامعہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ شک نہیں کہ ظہور تام عرش کی نسبت صرف ایک پر تو ہے۔ اس مقام میں فضیلت کلی صرف عرش کے لئے ہے۔ اور شیخ بنزید اور شیخ جنید جنہوں نے قلب کو سب سے کشادہ اور فراخ کہا ہے۔ اور عرش و مافیہ کو جامعیت قلب کے سامنے حقیر مانا ہے۔ یہ شئی کے نمونے کے شئی کے ساتھ مشتبہ ہونے کے قبیح سے ہے۔ اور اس اشتباہ کے منشا کو فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں بار بار لکھا ہے۔ اور وہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے۔ وہ لسان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے موافق ہے۔ اور اس قلب سے مراد یہی پارہ گوشت ہے۔ اور شک نہیں کہ ظہور اتم یہاں ہے۔ اور اس کی بلند ذات کی احدیت مجرہ کا آئینہ بننا اس کے لئے مُسَلَّم ہے۔ عرش کے لئے اگرچہ ظہور تام سے جو ظہور اصل ہے۔ حقہ وافر حاصل ہے۔ لیکن اس مقام میں صفات کی آمیزش ہے۔ اور جبکہ صفات فی الحقیقت حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے ظلال ہیں اس بنا پر وہ ظہور ظلیت کی ملاوٹ سے پاک اور مبرا نہیں ہوتا۔ یہیں سے ہے کہ عرش کو ظہور انسانی سے جو اصل صرف سے تعلق رکھتا ہے۔ بہت سی امتیازیں وابستہ ہیں۔ اور اس معاملے کا مرکز بھی انسان ہے۔

سوال۔ حدیث قدسی سے تو اس قلب کی وسعت معلوم ہوتی ہے۔ اور تو اسے تنگ کہہ رہا ہے؟  
جواب۔ اس کی تنگی ماسوائے حق، کی اس میں گنجائش نہ ہونے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس کی وسعت انوارِ قدم کے ظہور کے اعتبار سے ہے۔ "بہت تنگ بہت وسیع، بسیط بہت ہی بسیط، بہت چھوٹا بہت زیادہ"

سوال۔ فضیلت کے لائق تو حقیقت جامعہ ہے جو عالم امر سے ہے۔ پارہ گوشت نے جو عالم خلق سے ہے۔ اور عناصر سے مرکب ہے۔ یہ فضیلت کہاں سے پالی؟

جواب۔ عالم خلق کو عالم امر پر فضیلت ہے۔ لیکن اس فضیلت کے ادراک سے محام کیا اکثر خواہں بھی قاصر ہیں۔ اس معنی کو اس فقیر نے اپنے اس مکتوب میں جو اپنے بڑے فزندہ مرحوم کے



نام بیان طریقہ میں لکھا ہے۔ واضح کیا ہے۔ اگر تروہ اور شک باقی رہ جائے۔ تو وہیں سے تسکین کر لیں۔ اس پارہ گوشت کی حقیقت (مجھ سے) سُن۔ عوام کا یہ پارہ گوشت تو عناصر اربعہ کی ترکیب سے بنا ہے اور خواص بلکہ اخص خواص کا یہ پارہ گوشت وہ ہے۔ کہ سلوک و جذبہ، التقیہ و تزکیہ اور تمکین قلب اور اطمینان نفس کے بعد بلکہ محض فضل خداوندی میں سلطانہ سے اجزائے عشرہ سے ترکیب پاکر صورت اختیار کی ہے۔ پھر جزوہ عناصر اربعہ ہیں۔ ایک جزوہ نفس مطمئنہ اور پانچ عالم امر سے ہیں۔ ان دس اجزاء کی آپس میں تضاد و تباہی کے باوجود قدرت کاملہ واجب الوجود تعالیٰ و تقدس سے ان کے تضاد و تباہی کی صورت زائل ہو چکی ہے۔ اور یہ آپس میں جمع ہو چکے ہیں۔ اور ایک ہیئت و وحدانی پیدا کر لی ہے۔ اور اس طرح انہوں نے ایک العجبہ حاصل کیا ہے۔ اس معاملہ میں جزوہ اعظم عنقرض خاک ہے۔ یہ وحدانی ہیئت بھی جزوہ ارضی کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ اور خاک کیساتھ قرار پکا رہا ہے لے

خاک شو خاک تا بروید گل کبرجز خاک نیست منظر گل

اسے براور! ار باب ولایت کا ہاتھ ان علوم و معارف کے دامن تک نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ یہ سینہ انوار نبوت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیر سے حاصل کئے گئے ہیں۔

ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ط

اور وہ دل جس کے لئے اطمینان کا سوال غلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین و علی الملائکۃ المقربین الصلوٰۃ والسلام اتمہا واکملہا نے کیا تھا یہی پارہ گوشت ہے نہ کہ اس کی حقیقت جامعہ حضرت غلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام تمکین سے پیوستہ اور اطمینان نفس تک پہنچ چکے تھے۔ اس لئے کہ یہ تمکین اور یہ اطمینان مرتبہ ولایت میں جو زینہ نبوت ہے، حاصل ہو جاتا ہے۔ علی الانبیاء الصلوٰۃ والسلام والحقیر۔ شان نبوت کے مناسب پارہ گوشت میں تغیر و تبدل ہے نہ کہ حقیقت جامعہ۔ کیونکہ وہ تو عوام کا حصہ ہے۔ اور حضرت رسالت خاتمت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والحقیر نے جو ثبات قلب طلب کیا ہے اور کہا ہے

اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوبِ ثَبِّتْ قَلْبِي  
اے اللہ! دلوں کو پھرنے والے۔ میرے دل کو اپنی  
طاووت پر ثبات اور مستقر طی عافرا۔

لے خاک بن خاک۔ تاکہ پھول لگیں۔ کیونکہ پھول کا مظہر خاک کے سوا اور کوئی چیز نہیں بن سکتی۔

لے ترجمہ ابن ماجہ بروایت انس رضی اللہ عنہ۔ مشکوٰۃ



تو اس سے مقصود اس پارہ گوشت کا ثبات ہے ۔

اور بعض احادیث میں جو قلب کے تغیر و تبدل کے متعلق وارد ہوا ہے ، امتیوں کے حالات پر نظر کرتے ہوئے وہاں قلب سے معنی عام بھی مراد ہو سکتا ہے ۔ جو پارہ گوشت اور حقیقت جامعہ دونوں کو شامل ہے ۔

سوال ۔ یہ پارہ گوشت جبکہ یعنی قلب عبیدی المؤمن کے شرف سے مشرف ہو گیا ہو ۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے آئینہ بننے کے لائق ہو چکا ہو ۔ تو پھر اس میں تعذب واضطراب کیوں ہوتا ہے ۔ اور وہ مزید اطمینان کا کیوں محتاج ہوتا ہے ۔

جواب ۔ ظہور اگرچہ اتمیت پیدا کر دیتا ہے ۔ اور شیون اور صفات کے شائبہ سے آزاد کر دیتا ہے ۔ لیکن جہل و حیرت زیادہ پیدا کرتا ہے ۔ اور ناشناسی اور عدم وصول زیادہ تر حاصل کرتا ہے ۔ اس لئے بسا اوقات ایسا ہوتا ہے ۔ کہ اس ظہور اور اس گنجائش کے باوجود کمال جہل و حیرت سے وجود صانع پر ، دلیل طلب کرتا ہے ۔ اور عوام کی طرح استدلال یا تقلید کے بغیر صانع تعالیٰ کے وجود کا یقین پیدا نہیں کرتا ۔ لہذا تعذب واضطراب اس کے حال کے مناسب ہوتا ہے ۔ نیز طلب اطمینان ضروری ہوتا ہے ۔ اور اس فقیہ نے اپنے بعض وسائل میں لکھا ہے ۔ کہ صاحب یقین عارف کو رجوع کے بعد استدلال کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اور اس مقام میں معلوم ہوا کہ ہمیں حصول و وصول کے وقت بھی دلیل کی حاجت ہوتی ہے ۔ یہ مقام مرتبہ نبوت کے کمالات کے حال کے مناسب ہے علی صاحبہا العسوة والسلام والحقہ ۔ اور وہ مقام مرتبہ ولایت کے کمالات کے مناسب ہے ۔ اور جب اس قلب والے کو دعوت کی طرف رجوع واقع ہوتا ہے ۔ تو بے قراری واضطراب ، دل کا تغیر و تبدل اُسے زیادہ لاحق ہوتا ہے ۔ جبکہ عین وصول اور حصول کے وقت جہل و حیرت کی وجہ سے دلیل کا محتاج ہے ۔ تو زمانہ فرقت میں استدلال کا بطریق اولیٰ زیادہ ، محتاج ہوگا ۔ تاکہ استدلال کے ذریعہ کچھ نہ کچھ اطمینان حاصل کرے ۔

علاوہ ازیں ہم کہتے ہیں ۔ کہ وہ دولت جو چند روز کے لئے اس سے پوشیدہ کر لی گئی ہو اور اس کی داغ بھالی کے ساتھ داغدار ہو چکا ہے ۔ وہ اس کے لائق ہے ۔ کہ ہمیشہ بے قراری اور اضطراب میں رہے ۔ اور ہمیشہ غم و حزن کی حالت میں رہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

متواصل الحزن دائم الضکر، غمناک اور متفکر رہتے تھے۔

اب فقیر بعض وجوہ کو بتاتا ہے۔ جو قلب کے ان دو اطلاق میں فرق کرتی ہیں۔ گوش ہوش سے سنیں۔ حقیقت جامعہ جو کہ عالم امر سے ہے۔ تصدیق اور ترکیب کے بعد اس سے تمکین تام میسر آجاتی ہے بخلاف پارہ گوشت کے کہ اس کا اطمینان ادراک حواس سے وابستہ ہے۔ جب تک کسی شے کو حواس سے ادراک نہ کرے بے قراری سے باہر نہیں آسکتا۔ اسی لئے حضرت خلیل علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والملئکہ المقربین نے اپنے قلب کے اطمینان کا سوال کیا اور عرض کیا۔

رَبِّ اَرِنِي كَيْفَ تَحْيِي الْمَوْتٰی  
اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردے  
کیسے زندہ کرے گا۔

فرق کرنے والی دوسری وجہ یہ ہے۔ کہ حقیقت جامعہ ذکر کا اثر قبول کرتی ہے۔ اور جب ذکر تک پہنچتی ہے۔ تو ذکر کے ساتھ متحد ہو جاتی ہے۔ اور ذکر کے ساتھ ہی قائم ہو جاتی ہے۔ اور اس مقام کو صاحب عوارف قدس اللہ تعالیٰ عنہ نے روشن تر مقام کہا ہے۔ اور قلب کے اس قیام کو ذکر ذات تعالیٰ سے تعبیر کیا ہے بخلاف پارہ گوشت کے۔ کہ ذکر کے لئے اس کی طرف کوئی راہ نہیں۔ اس کا اثر پذیر ہونا کچا اور ذکر کے ساتھ قیام کیا۔ وہاں بلا واسطہ مذکور کا ظہور ہے۔ نہ کہ خلیت کے ساتھ۔ ذکر کے عروج کی نہایت مذکور کی دہلیز تک ہے۔

تیسرا فرق یہ ہے۔ کہ حقیقت جامعہ جب نہایت النہایت تک پہنچتی ہے۔ اور ولایت خاصہ سے حصہ وافر حاصل کر لیتی ہے۔ اگر مطلوب کی آمینہ دار بن جائے۔ تو ظاہر اس میں غفل مطلوب ہوگا نہ عین مطلوب۔ جس طرح ظاہری شیشے میں کہ اس شخص کی مثال ظاہر ہوتی ہے نہ کہ عین شخص۔ بخلاف پارہ گوشت کے برعکس اس میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ عین مطلوب ہے نہ کہ اس کا غفل۔ اسی لئے حدیث قدسی فرمائی ہے۔

يَسْعَى قَلْبُ عَبْدِي الْمُؤْمِنِ  
میں اپنے بندہ مومن کے دل میں سماتا ہوں

یہ معاملہ بھی نظر و فکر سے بلند ہے۔ اس سے ہرگز معلول اور مکان نہ سمجھ لینا کیونکہ یہ کفر و زندہ قبر ہے۔ اگر عقل معاش یقین منیں کر سکتی کہ ایک شے کا عین دوسری شے میں ظاہر ہو۔ لیکن وہاں معلول اور مظہر نامہ ہو۔ یہ عقل کی نارسائی کے باعث ہے۔ اور غائب کا حاضر پر قیاس ہے۔ اس لئے تو کوتاہ بین لوگوں سے نہ ہو۔



جو متافرق یہ ہے۔ کہ حقیقت جامعہ عالم امر سے ہے۔ اور پارہ گوشت عالم خلق سے۔ بلکہ عالم خلق و امر دونوں اس کے اجزاء ہیں۔ اور خلق اس کا جزو اعظم ہے اور امر اس کا چھوٹا جزو۔ ان دونوں جزو کے اجتماع سے اس کی حیثیت و مدانی ایجاد ہوئی ہے۔ جو اعجاز و روزگار بن کر سامنے آئی ہے۔ یہ اعجاز اگرچہ عالم خلق اور عالم امر سے ایک الگ شے ہے۔ اور کسی شے کیساتھ کسی طرح بھی اپنی حیثیت ترکیبی میں مشابہت اور مشابہت نہیں رکھتی۔ لیکن شمار عالم خلق میں ہوتی ہے۔ اس لئے جزو خاکی اس معاملہ میں ایک عمدہ شے ہے اور خاک کی پستی اس کی رفعت کا باعث بن گئی ہے۔

ان دونوں میں ایک فرق یہ ہے۔ کہ حقیقت جامعہ کی وسعت اشیاء کی صورتوں کے اس میں ظہور کے اعتبار سے ہے اور پارہ گوشت کی وسعت جو اس کی تنگی کے بعد سامنے آتی ہے۔ مغلوب کی گنجائش کے اعتبار سے ہے۔ جو نامحدود اور غیر متناہی ہے۔ اور وہ تنگی اس کی تنگ دہلیز ہے کہ ماسوا کے گھسنے سے رکاوٹ ہے۔ حتیٰ کہ ذکر کو بھی نہیں چھوڑتی کہ مذکور کے پردوں میں داخل ہو۔ اور شائبہ ظلمت کو بھی باقی نہیں رہنے دیتی کہ اس خانہ مقدس کے گرد گھومے۔

اور نیز اول (حقیقت جامعہ) کی فراخی جبکہ چوں کا شائبہ رکھتی ہے۔ اس لئے بے چوں ذات کے لائق نہیں اور دوسرے کی فراخی نے چوٹی سے بھی حصہ پایا ہے۔ اس لئے چوں کی اس میں گنجائش نہیں۔ عجب کار و بار ہے۔ کہ اسی دل کو دعوت کی طرف رجوع کے بعد ظلمت اور سیاہی طاری ہو جاتی ہے۔ یہیں سے ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیہ السلام وعلیہم السلام نے فرمایا ہے۔

سَلَامًا لِّیَعْنَانِ عَلٰی قَلْبِنِیْ  
بیشک میرے دل میں بھی پردہ چھایا جاتا ہے۔

کہاں تک فرق بیان کرے۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اے برادر! اس پارہ گوشت کو معمولی شے خیال نہ کرنا۔ بلکہ یہ نہایت قیمتی جوہر ہے۔ جس میں عالم خلق کے خزانے اور اسرار و دیابت رکھے گئے ہیں۔ اور عالم امر کے دھتے اور مخفی امور بھی اس میں مدفون ہیں۔ علاوہ ازیں وہ شے بھی ہے۔ جو عالم خلق اور عالم امر میں الگ الگ موجود نہیں۔ اور وہ اس کے معاملات خاصہ ہیں۔ جو اس کی حیثیت و مدانی کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پہلے دس اجزاء کو تعریف، تزکیہ، جذب و سلوک اور فناء و بقا کے ساتھ پاک اور ظاہر کرتے ہیں۔ اور ماسوا کے تعلقات کی میل سے صاف کرتے ہیں۔ مثلاً دل کو بیقراری سے گزار کر تمکین و اطمینان تک پہنچاتے ہیں۔ اور نفس کو بھی امانگی سے



اطمینان کی طرف لاتے ہیں۔ اور ناری جزو کو سرکشی اور نافرمانی سے روکتے ہیں۔ اور خاک کو پستی اور پست فطرتی سے بلند ہی عطا کرتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس تمام اجزاء کو افراط اور تفريط سے حد اعتدال و توسط میں لے آتے ہیں۔ اس کے بعد محض فضل خداوندی سے ان اجزاء کو ترکیب دیکر شخص معین کو بنایا۔ اور انسان کامل کی تشکیل کی ہے۔ اس شخص کے قلب کو جو اس کا خلاصہ اور اس کے وجود کا مرکز ہے مصنفہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ ہے مصنفہ (پارہ گوشت) کی حقیقت جو باندازہ عبارت بیان کی جا سکتی ہے۔ اور اصل اختیار اللہ سبحانہ کے قبضہ میں ہے۔

اگر کوئی ناقص کہے کہ ہر انسان اپنی دس اجزاء سے مرکب ہے اور اپنی ترکیب سے بیئت و طانی رکھتا ہے۔ تو اس کا جواب میں یہ دوں گا۔ کہ ہاں ہر انسان اپنی اجزاء سے مرکب ہے۔ لیکن وہ اجزاء پاک اور مطہر نہیں ہوئے ہیں۔ اور جذبہ و سلوک کے ذریعہ ماسوا کے تعلقات کی میل سے صاف نہیں ہوئے ہیں۔ بخلاف انسان کامل کے اجزاء کے، کہ وہ فنا اور بقا کے ذریعہ پاک اور پاکیزہ ہو چکے ہیں۔ جیسا کہ ابھی گذرا ہے۔ کہ ہر انسان میں چونکہ یہ اجزاء متباہن اور متمایز ہیں۔ اور ہر چیز کے بھی احکام و احوال، متمایز ہیں۔ اس بناء پر وہ ہرگز بیئت و طانی سے حصہ نہیں رکھتا۔ اور اگر بیئت و طانی رکھتا بھی ہے تو وہ محض اعتباری ہے۔ نہ کہ حقیقی۔ بخلاف انسان کامل کے اجزاء کے کہ وہ تباہن و متمایز سے نکل کر آپس میں خلط ملط ہو چکے ہیں۔ اور اسکے متمایز احوال و احکام زائل ہو کر ایک شے کا حکم اختیار کر چکے ہیں۔ پس لازماً اس میں بیئت و طانی حقیقی ہوگی نہ اعتباری۔ جس طرح ایک معجون کو مختلف ادویہ سے تیار کرتے ہیں۔ اور رنگ و رگڑ کر تمام اجزاء کو ایک دوسری کے ساتھ ملا کر بیئت و طانی ثابت کرتے ہیں۔ اور متباہن احکام سے نکال کر ایک حکم کی طرف لاتے ہیں۔ اس مکتے کو سمجھ لو۔ واللہ سبحانہ اعلم۔ اسے برادر! یہ تمام کمالات جو پارہ گوشت کے لئے ثابت ہیں۔ مقام قاب قوسین میں ہیں۔ کہ ظاہر میں مظہر کے رنگ کا وہم ہوتا ہے۔ اگرچہ یہاں ظاہر اصل ہے۔ نہ کہ اس کا فعل جو صورت ہے۔ لیکن ظاہر کا شخص آئینہ داری کے رنگ سے پاک اور مبرا نہیں۔ پس قوسین ثابت ہوں گے۔ اس مقام سے اوپر اذنی کا مقام ہے۔ کہ ظاہر نے مظہر کا رنگ نہیں پکڑا ہے۔ اور کوئی امر نادر بھی اس میں تخیل میں نہیں آتا۔ پس قوسین وہاں مفقود ہوں گے۔ اور ایک رنگ کے سوا اس جگہ اور کچھ متصور نہ ہوگا۔ جو اذنی کے مقام کے مناسب ہو۔ اور اس مقام کا معاملہ علیحدہ ہے۔ بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ تب جا کر قوسین سے اذنی تک وصول میسر آسکتا ہے۔ اور ہمارا کلام اشارات و رموز اور بشارات اور خزانے ہیں۔



، وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ اَعْلٰیہُمْ وَصَلَّى اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّم وَبَارِکْ ،

## مکتوب نمبر ۲۲

مولانا محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طفیل شہر سرمنڈ کی اکثر شہروں پر فضیلت کے بیان میں - اور اپنی رہائش گاہ میں ایک نور کا مشاہدہ کرنا - کہ اس کی شان و صفت کی کسی کو بڑے تک نصیب نہیں ہوئی - اور وہ زمین کچھ عرصہ بعد خود مژدہ کلاں خواجہ محمد صادق قدس سرہ کا روضہ مقدسہ بن گئی -

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اَصْطَفٰی

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عنایت اور بعد قہ اس کے حبیب پاک علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والحقۃ والبرکۃ ، بلکہ سرمنڈ گویا میرے زندہ کرنے کا مقام ہے - کہ میرے لئے ایک گہرے کنوئیں کو پُر کر کے ایک بلند چوڑے بنایا گیا ہے - اور اُسے اکثر بلاد اور ملکوں پر بلندی اور رفعت عطا کی ہے - اور ایک نور اس زمین میں امانت رکھا گیا ہے - جو بے صفعتی اور بے کیفی کے نور سے اخذ کیا گیا ہے - جس طرح بیت اللہ کی مقدس زمین سے نور روشن و درخشاں ہے -

میرے بڑے فرزند کی وفات کے چند ماہ بعد ایک بلند روشن نور دکھایا گیا - کہ کسی صفت و شان نے اس کی بڑی طرف بھی راستہ نہیں پایا - اور وہ کیفیات سے مبرا اور منزہ ہے - مجھے یہ آرزو پیدا ہوئی کہ وہ زمین میرا مدفن بنے - اور وہ نور میری قبر پر روشن ہو - اس بات کو میں نے اپنے فرزند اعظم کے سامنے جو صاحبِ راز تھا، ظاہر کیا - اور اس نور اور اس آرزو سے مطلع کیا - اتفاق سے میرا بڑا فرزند ہی اس دولت کے ساتھ صفت لے گیا - اور پردہ خاک میں اس نور سے دریا میں غرق ہو گیا -

ہٰذَا لَا رُبَّابَ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا  
وَاللَّعَا شِقَ الْمَسْکِیْنِ مَا یَجْرَعُ

سے نعمت والوں کو نعمتیں گوارا ہوں - اور عاشقِ مسکین کے لئے وہی ہے جو وہ درخوش کے گھونٹ پی رہا ہے -

یہ بات بھی اس بلند معتمد کی فہمیت میں ہے۔ کہ میرے سب سے بڑے صاحبزادہ جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہے۔ یہاں آسودہ خاک ہے۔ اور ایک مدت کے بعد ظاہر ہوا۔ کہ اس جگہ امانت رکھا ہوا نور اس فقیر کے انوار قلبیت کے نور کا لمعہ ہے۔ جسے یہاں سے لیکر اس زمین میں روشن کیا ہے جس طرح ایک چراغ بڑی مشعل سے روشن کرتے ہیں۔

”آپ فرمادیں سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے“  
 مَبْنَعَاتُ رَبِّكَ الْعِزَّةُ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ  
 عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

## مکتوب نمبر ۲۲

مذہب زادہ خواجہ محمد عبداللہ (اللہ اُسے سالم اور باقی رکھے اور اُسے اسکی آرزو کی تمنا ملے پچاسے) کی طرف صادر فرمایا۔

اس بیان میں کہ عمدہ کام روشن سنت کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب ہے اور اس امر کے بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کو دوسرے طریقوں پر فضیلت صاحب شریعت علیہ وسلم آئمہ الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور اس بلند طریقہ نقشبندیہ کی مدح و ثنا، اور اُس کے مناسب امور کے بیان میں،  
 ”رَبِّهِمُ اللَّهُ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى“ جو نصیحت فرزند عزیز اللہ سبحانہ اُسے نامناسب کاموں سے محفوظ رکھے۔ اور دوسرے تمام دوستوں کو ا کی جاتی ہے۔ وہ روشن سنت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والقیۃ کی اتباع اور ناپسندیدہ بدعت سے اجتناب ہے۔ اسلام اس زمانہ میں عزیز ہو چکا ہے۔ اور مسلمان عزیز ہو چکے ہیں۔ اور روز بروز کمزور سے کمزور تر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک دقت وہ آجایا گیا۔ کہ زمین پر اللہ کا نام لینے والا نہ رہے۔ ”اور قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی“

سعادت مند وہ ہے۔ جو اس عزیز اسلام کے زمانہ میں چھوڑی ہوئی سنتوں میں سے کسی سنت کو زندہ کرے اور مروجہ بدعات میں سے کسی بدعت کو مارے اور ختم کرے۔ یہ وہ وقت ہے کہ حضرت



خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کو ایک ہزار برس گزر چکا ہے۔ اور قیامت کی علامات ظاہر ہونا شروع ہو چکی ہیں۔ اور زمانہ نبوت کے دور ہونے کے باعث سنت پوشیدہ ہو چکی ہے۔ اور کذب اور جھوٹ کے عام ہونے کے باعث بدعت جلوہ گر ہو چکی ہے۔ کسی شہاز کی ضرورت ہے۔ جو سنت کی مدد کرے اور بدعت کو شکست دے۔ بدعت کا مروج ہونا دین کی ویرانی کا موجب ہے۔ اور بدعتی کی تعظیم اسلام کو مٹانے کا باعث ہے۔ حدیث

مَنْ وَفَّرَ صَاحِبَ بِذَنبَةٍ فَقَدْ أَفْعَلَ عَلَىٰ هَذِهِ إِلَّا سَلَاةً  
جس نے بدعتی کی تعظیم کی۔ اس نے اسلام کے گرانے میں مدد کی۔

سُنی ہوگی۔ پوری ہمت اور پورے ارادے کیا تھ سنتوں میں سے کسی سنت کو رواج دینے اور عقول میں سے کسی بدعت کو ختم کرنے کی طرف توجہ کرنی چاہیئے۔

ہر وقت خصوصاً آج کل کہ منفع اسلام کا زمانہ ہے۔ نشانات اسلام کا قائم کرنا، سنت کی ترویج اور بدعت کی تخریب سے وابستہ ہے۔ گذشتہ لوگوں نے بدعت میں حسن دیکھا ہوگا۔ تب ہی تو انہوں نے بدعت کے بعض افراد کو مستحسن کہا ہے لیکن یہ فقیر اس مسئلہ میں ان کے ساتھ موافقت نہیں کرتا اور بدعت کے کسی فرد کو حسنہ نہیں کہتا۔ اور اس میں ظلمت و کمزورت کے سوا کچھ احساس نہیں کرتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔

كُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ  
ہر بدعت گمراہی ہے۔

اور یہ فقیر یہ پاتا ہے۔ کہ اسلام کی سلامتی سنت کے بجالانے کے ساتھ وابستہ ہے۔ اور اس کی خرابی اور ویرانی بدعت کے ارتکاب میں ہے۔ چاہے جو بدعت بھی ہو۔ یہ فقیر بدعت کو کبھی کی طرح جانتا ہے۔ جو اسلام کی بنیاد کو گراتی ہے۔ اور سنت کو روشن تارے کی طرح پاتا ہوں جو تاریک رات میں ہدایت کا باعث بنتا ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ علمائے وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کو حسنہ نہ کہیں اور کسی بدعت کے ارتکاب کا فتویٰ نہ دیں۔ اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں سپیدہ صبح کی طرح دکھائی دے کیونکہ شیطان آرائشوں کو غیر سنت میں غلبہ عظیم حاصل ہے۔ گذشتہ زمانوں میں جب کہ اسلام قوی تھا۔ بدعت کی تاریکیوں کو برداشت کر سکتا تھا۔ اور شاید کہ نور اسلام کی روشنی میں بعض اشخاص کو بعض تاریکیاں نورانی محسوس ہوتی

۱۔ یہی فی شعب الایمان،

۲۔ مسلم شریف،

ہوں۔ اور اس وجہ سے اُن کے حسنہ ہونے کا حکم لگایا ہو۔ اگرچہ فی الحقیقت اس میں کچھ بھی حسن و نورانیت نہیں تھی۔ بخلاف اس وقت کے کہ ضعفِ اسلام کا وقت ہے۔ بدعات کی تاریکیوں کے برداشت کرنے کی کوئی صورت نہیں۔ اور یہاں متقدمین اور متاخرین کا فتویٰ جاری نہیں ہو سکتا۔ کہ ہر وقت کے احکام علیحدہ ہوتے ہیں۔

اس وقت جہان کثرت سے بدعت کے ظہور کے باعث دریائے ظلمات کی طرح نظر آتا ہے۔ اور اورسنت کا نور غریب اور قلت کی بناء پر اس تاریک دریا میں جگنو کی طرح لٹکائی دیتا ہے اور بدعت کا عمل اس ظلمت کو اور زیادہ کرتا ہے۔ اور سنت کے نور کو کم کرتا ہے۔ اور سنت پر عمل اس تاریکی کے کم کرنے اور اس نور کی زیادتی کا باعث ہے۔ تو جو چاہے بدعت کی تاریکی کو زیادہ کرے اور جو چاہے وہ سنت کے نور کو زیادہ کرے۔ اور جس کا دل چاہے شیطان کے گروہ کو بڑھائے اور جس کا دل چاہے اللہ کے گروہ کے امنائے کا سبب بنے۔ مَن لو۔ بیشک شیطان کا گروہ ہی خسار سے میں ہے۔ مَن لو۔ بیشک اللہ کا گروہ ہی فلاح و نجات پانے والا ہے۔

اور موصوفیہ وقت بھی اگر انصاف کریں اور ضعفِ اسلام اور جھوٹ کے عام ہونے کا ملاحظہ کریں۔ تو چاہیے کہ سنت کے سوا کسی بات میں اپنے پیروں کی تقلید نہ کریں۔ اور مختصر امور کو مشائخ کے عمل کا ہاتھ بنا کر اپنی عادت نہ بنائیں۔ اتباعِ سنت ہی البتہ نجات دہندہ اور خیرات و برکات کی منتر ہے اور غیر سنت میں تقلید خطر و خطر ہے۔

وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ ۚ قاصد پر صرف پہنچا دینے کی ذمہ داری ہے۔

ہمارے پیروں کو ہماری طرف سے حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ جزائے غیر عطا فرمائے۔ کہ ہم جو چاہے آنے والوں کو امور مبتدعہ کے بجالانے کا حکم نہیں دیا۔ اور اپنی تقلید سے ہلاک کن تاریکیوں میں نہیں ڈالا۔ اور سنت کے سوا کوئی راستہ ہمیں نہیں دکھایا گیا۔ اور صاحبِ شریعت علیہ و علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام و ائمتہ کی اتباع اور عزیمت پر عمل کے ہوا اور کوئی ہدایت نہیں فرمائی۔ اس بنا پر لازم آن بزرگوں کا سلسلہ بلند ہے۔ اور ان کے وصول کا چہرہ ترہ مرتفع واقع ہوا ہے۔ یہی ہیں جنہوں نے سماں و رقص کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے۔ اور وجد اور تواجد کو انگلی شہادت سے دو ٹکڑے کر دیا ہے۔ دوسروں کا مکشوف و مشہودان بزرگوں کے نزدیک ماسوا میں داخل ہے۔ اور اُن کا معلوم و متخیل نفی کے قابل ہے ان اکابر کا معاملہ دید و دانش سے ماوراء ہے۔ اور معلوم و متخیل سے بھی ماوراء ہے۔ نیز تجلیات و ظہورات اور مکاشفات و معانیات سے بھی ماوراء ہے۔